جامعہ حقانیہ کا ترجمان

الحقانیہ

مجلّہ

ساہیوال
سرگودھا

رمضان المبارک/شوال المکرم ۱۴۳۰ھ ستمبر/اکتوبر ۲۰۰۹ء



بانی جامعہ: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

رمضان المبارک،شوال المکرم ۱۴۳۰ھ ستمبر،اکتوبر ۲۰۰۹ء

☆☆☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

14/اگست یوم آزادی یا یوم محاسبہ

کل 14/اگست کا تاریخی دن تھا اسی تاریخ کو آج سے باسٹھ سال قبل 1947ء میں حق تعالیٰ نے برصغیر کے مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نجات دی اور انہیں ایک عظیم مملکت ''پاکستان'' کے نام سے عطا فرمائی ، اس لحاظ سے باشندگان پاکستان کیلئے یہ دن عظیم خوشی اور مسرت کا دن ہے۔

پاکستانی قوم ہر سال 14/اگست کو جشن آزادی منا کر وہ آزادی کی اس نعمت پر خوشی کا اظہار کرتی ہے ، اسی قدیم رسم کی بنا پر کل بھی یوم آزادی کا جشن پوری آب وتاب سے منایا گیا، سرکاری عمارات پر قومی پرچم لہرایا گیا مختلف مقامات پر پرچم کشائی کی گئی اور مٹھائیاں تقسیم ہوئیں ، سرکاری وغیر سرکاری تقاریب کا انعقاد کیا گیا ، مقالے پڑھے گئے اور مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے تحریک پاکستان میں حصہ لینے والوں کو خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی قربانیوں کو سراہا ان کے رفع درجات کیلئے دعائیں کیں ، بعض مقامات پر ثقافتی پروگرام بھی ہوئے چونکہ یوم آزادی کے نام پر جشن تھا اس لئے پوری آزادی کے ساتھ گناہ اور ثواب ، حجاب اور بے حجابی کی تمیز اور پرواہ کئے بغیر گانے ، نغمے ، رقص وسرود کی محافل ومجالس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا گیا ، قومی جرائد ، اخبارات نے اس موقع پر خصوصی ایڈیشن نکالے ، غرضیکہ پوری قوم نے خوشی کا اظہار کیا۔

بلاشبہ یہ ہمارے لئے خوشی اور مسرت کا دن ہے آزادی اور نجات بہت بڑی نعمت ہے اس پر جتنی بھی مسرت ہو کم ہے لیکن ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ آزادی کی اس نعمت عظمیٰ کے حصول کیلئے سالہا سال اور برسہا برس جو جدوجہد کی گئی اور اس کیلئے مال ، جان ، عزت کی جو قربانی دی گئی اس کا مقصد کیا تھا اور مملکت اسلامیہ پاکستان کی بنیاد دراصل کس چیز کو

قرار دیا گیا، یہ بات سب کے ہی علم میں ہے کہ پاکستان کا مطلب لا الــہ الا اللّٰہ اوراس کی بنیاد ''دوقومی نظریہ'' پر رکھی گئی تھی، برصغیر کے مسلمانوں نے اسی لئے پاکستان کی تحریک کی حمایت کی اور1945ء1946ء کے الیکشن میں اسی لئے انہوں نے ان نمائندوں کی بھرپور تائید کی جواس نظریہ کے حامل اور پاکستان کے حامی تھے۔

جن مسلمانوں نے اس وقت میں تحریک پاکستان کی حمایت وتائید کی اوراس کیلئے ہرطرح کی قربانیاں دیں، گھر سے بے گھر ہوئے، اپنے وطن کو چھوڑا، لاکھوں خواتین بیوہ ہوئیں اور کروڑوں مسلمان خون کی ندیوں سے گذرکر پاکستان پہنچے، ان کی ان بے مثال قربانیوں کا تقاضہ ہے کہ ہم اس مملکت کی قدر کریں اوراس کے تاسیسی مقصد کو پورا کریں تا کہ ان کی جدوجہد اور قربانیاں رائیگاں نہ جائیں اور ہمیں ان کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

اگر ہم نے پاکستان کے اس اساسی اور بنیادی مقصد کو پورکرلیا ہے تو پھر بلا شک ہمیں حدود کے اندر رہتے ہوئے یوم آزادی منانے کا حق حاصل ہے اوراگر یہ نہیں ہے اوریقیناً نہیں ہے (کیونکہ باسٹھ سال کے باوجود ہم اپنی منزل تک پہنچنا تو دور کی بات ہے اس جانب قدم بھی نہیں بڑھا پائے ہیں) تو پھر ہمیں یوم آزادی منانے کا قطعاً حق نہیں ہے۔

لیکن افسوس کہ بہت سے ایسے حضرات آج قوم کے سیاہ وسفید کے مالک ہیں جنہیں سرے سے نظریہ پاکستان سے ہی اتفاق نہیں ہے اور وہ لوگ جشن آزادی کی تقریبات میں پیش پیش اور نمایاں ہیں، تحریک پاکستان کی جدوجہد میں جن کا کوئی کردار نہیں ہے اس عجیب صورت حال کو دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر زبان پر جاری ہوجاتا ہے جو حسب حال ہونے کی بنا پر پیش خدمت ہے

اے تراخارے بہ پا نشکستہ چہ دانی کہ چیست
حال شیرا نے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

پاکستان بنانے کا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں تھا کہ ہم انگریز اور ہندوؤں کی غلامی سے آزاد ہوکر اپنی مرضی سے جو نظام چاہیں گے نافذ کریں گے اور جیسے چاہیں گے اپنی زندگی

گذاریں گے، بلکہ اس مملکت اسلامیہ کے حصول کا اصل مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ ہم چونکہ مسلمان ہیں، ہندوں اور غیر مسلم اقوام کے ساتھ مل کر رہنا ہمارے لئے ناممکن ہے، ہمیں ایک الگ ریاست کی ضرورت ہے جہاں بلاشرکت غیرے مسلمان ہی حکمران ہوں اور وہاں کا دستور آئین اور قانون قرآن وسنت کے مطابق ہو، ہماری تجارت، معیشت، عبادات، معاملات، اسلام کے نظام کے تحت ہوں، ملک کے تمام قوانین قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہوں، اسلامی عدل وانصاف کا راج ہو، ملک میں چین وسکون اور راحت ہو، ہر شہری کی جان، مال، عزت محفوظ ہو، اس طرح صحیح معنی میں اسے اسلامی فلاحی ریاست بنایا جا سکے اور ظاہر ہے کہ صرف اور صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہو، لیکن افسوس کہ یہ خواب ابھی تک شرمندۂ تعبیر ہے۔

ملک تو ہم نے اسلام کے نام پر بنالیا لیکن اب تک یہاں اسلام کا نظام اور اس کے قوانین جاری و نافذ نہیں ہو سکے، وطن عزیز ہمیں ہر لحاظ سے عزیز ہے اور اس کی حفاظت ہمارا فریضہ اور اس کی محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے لیکن جب تک اس میں اسلام کے قوانین کا نفاذ نہیں ہوگا یقیناً اس وقت تک اس کے حصول کا مقصد پورا نہیں ہوگا، اس لئے آج ہر ایک کو اپنے محاسبہ کی ضرورت ہے کہ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر شخص کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس میں اس کا کتنا دخل ہے اور پھر پورے طور پر اس کی تلافی کرنی چاہئے۔

دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ صحیح معنیٰ میں پاکستان کو اسلامی، فلاحی مملکت بنائیں اور تا صبح قیامت اس کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
۲۳/شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صٰدقین ○ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکافرین ۔

ترجمہ: اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو اور بلالو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ ہیں اگر تم سچے ہو پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکے اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے۔

تشریح

حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ اس آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندہ خاص پر تو اچھا پھر تم بنالاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلہ ہو (کیونکہ آخر تم بھی عربی زبان دان ہو بلکہ پیغمبر ﷺ تو مشاق بھی نہیں اور تم مشاق ہو جب باوجود اس کے نہ بناسکیں گے تو بشرط انصاف بلاتأمل ثابت ہو جائے گا کہ یہ معجزہ من جانب اللہ ہے اور بلاشبہ آپ پیغمبر ہیں اور یہی مقصود تھا) اور بلالو اپنے حمایتیوں کو جو خدا سے الگ (تجویز کر رکھے) ہیں اگر تم سچے ہو۔

انذار کافرین

پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکے قیامت تک بھی نہ کر سکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے۔

فائدہ: یہ سن کر کہ قیامت تک بھی نہ کر سکو گے کیسا کچھ جوش وخروش و پیچ وتاب نہ آیا ہوگا اور

کوئی دقیقہ سعی کا کیوں اٹھا رکھا ہوگا پھر عاجز ہوکر اپنا سامنہ لے کر بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور یہ امر عادۃً محال ہے کہ کسی نے کچھ لکھا ہو اور گم ہوگیا ہو، کیونکہ قرآن مجید کے حامی ہر زمانہ میں کم رہے ہیں جب یہ محفوظ چلا آتا ہے تو اس تحریر کے حامی و مددگار قرآن کی مخالفت میں ہر زمانہ میں حامیان قرآن سے تعداد میں زائد ہی تھے وہ کیسے ضائع ہوسکتا ہے۔ اس لئے یہ احتمال بالکل لغو ہے (بیان القرآن ص۱۲)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ معارف القرآن میں اس کی تشریح فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: اسی طرح کلام الٰہی کا مثل یا نظیر پیش کرنے سے پوری مخلوق کا عاجز رہنا اس کی دلیل ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، کسی مخلوق کا نہیں، اس آیت میں قرآن نے پوری دنیا کے انسانوں کو خطاب کر کے چیلنج دیا ہے کہ اگر تم اس کلام کو اللہ کا کلام نہیں بلکہ کسی انسان کا کلام سمجھتے ہو تو تم بھی انسان ہو، تمہیں بھی ایسا کلام پیش کرنے پر قدرت ہونا چاہئے، پورا کلام تو کیا تم اس کلام کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی نظیر و مثال بنا کر دکھلا دو، اور اس پر تمہارے لئے یہ مزید آسانی دی جاتی ہے کہ تنہا کوئی آدمی نہ بنا سکے تو تمہیں اختیار ہے سارے جہان سے اپنے حمایتی اور مددگار جمع کرلو، اور ایک بین العالمی کانفرنس کر کے اس قرآن کی چھوٹی سی سورت کی مثال بنالاؤ۔

پھر اسی پر بس نہیں کیا دوسری آیت میں ان کو غیرت دلائی کہ تمہاری مجال نہیں کہ اس جیسی ایک سورت بنا سکو، پھر عذاب سے ڈرایا کہ جب تم اس کلام کی مثال بنانے سے اپنا عجز محسوس کرتے ہو اور یہ صاف اس کی دلیل ہے کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ ایسی ہستی کا کلام ہے جو تمام مخلوق سے مافوق اور بلند و بالا ہے جس کی قدرت کاملہ سب پر حاوی ہے تو پھر اس پر ایمان نہ لانا اپنے ہاتھوں جہنم میں اپنا ٹھکانا کرنا ہے اس سے بچو۔

حاصل یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں قرآن کریم کو رسول کریم ﷺ کا اعلیٰ معجزہ بتلا کر آپ ﷺ کی رسالت اور سچائی کا ثبوت پیش کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کے معجزات تو ہزاروں ہیں اور بڑے بڑے حیرت انگیز ہیں، لیکن ان سب میں سے اس جگہ آپ ﷺ کے علمی معجزے یعنی قرآن کے ذکر پر اکتفا کر کے یہ بتلا دیا گیا کہ آپ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ

قرآن ہے، اوراس معجزہ کوانبیاء علیہم السلام کے عام معجزات میں بھی ایک خاص امتیاز یہ حاصل ہے کہ عام دستور یہ ہے کہ ہر نبی علیہ السلام ورسول علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے کچھ معجزات ظاہر فرماتے ہیں، مگر یہ معجزات ان رسولوں کے ہاتھوں ظاہر ہوتے ہیں انہیں کے ساتھ ختم ہوجاتے ہیں، مگر قرآن حکیم ایک ایسا معجزہ ہے جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔

وان کنتم فی ریب: لفظ ریب کا ترجمہ اردو میں شک کا کیا جاتا ہے، مگر امام راغب اصفہانی نے فرمایا کہ درحقیقت ریب ایسے تردد اور وہم کو کہا جاتا ہے جس کی بنیاد کوئی نہ ہو، ذرا غور وتامل کرنے سے رفع ہوجائے، اسی لئے قرآن کریم میں اہل علم سے ریب کی نفی کی گئی ہے اگرچہ وہ مسلمان نہ ہوں، جیسے ارشاد ہے ولا یرتاب الذین اوتوا الکتاب والمومنون (۷۴: ۳۱) یہی وجہ ہے کہ شروع سورہ بقرہ میں قرآن کریم کے متعلق فرمایا لاریب فیہ کہ اس میں کسی ریب کی گنجائش نہیں اوراس آیت میں فرمایا وان کنتم فی ریب یعنی اگر ہو تم کسی تردد میں، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم اپنے واضح اور معجزانہ لائل کی بناپر کسی شک وتردد کا محل نہیں ہے لیکن اپنی ناواقفیت سے پھر بھی تمہیں کوئی تردد ہے تو سن لو، فاتوا بسورۃ من مثلہ، لفظ سورۃ کے معنی محدود وقطعہ کے ہیں اور سورت قرآن اس خاص حصہ قرآن کو کہا جاتا ہے جو بذریعہ وحی ممتاز اور علیحدہ کردیا گیا ہے۔

پورے قرآن میں اس طرح ایک سو چودہ سورتیں چھوٹی بڑی ہیں اوراس جگہ لفظ سورۃ بغیر الف لام کے لانے سے اس طرف اشارہ پایا گیا کہ چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی اس حکم میں شامل ہے، معنی یہ ہیں کہ اگر تمہیں اس قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی تردد ہے اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ نبی کریم ﷺ یا کسی دوسرے انسان نے خود بنالیا ہے تو اس کا فیصلہ بڑی آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے کہ تم بھی اس قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال بنالاؤ، اگر تم اس کی مثال بنانے میں کامیاب ہوگئے تو بے شک تمہیں حق ہوگا کہ اس کو بھی کسی انسان کا کلام قرار دو، اوراگر تم عاجز ہوگئے تو سمجھ لو کہ یہ انسان کی طاقت سے بالاتر خالص اللہ جل شانہ کا کلام ہے۔

یہاں کوئی کہہ سکتا تھا کہ ہمارا عاجز ہوجانا تو اس کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ سبھی انسان عاجز

ہیں، ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی یا جماعت یہ کام کر لے، اس لئے ارشاد فرمایا وادعوا شہداء کم من دون اللہ شہداء، شاہد کی جمع ہے جس کے معنی حاضر کے آتے ہیں، گواہ کو بھی شاہد اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا حاضر عدالت ہونا ضروری ہے، اس جگہ شہداء سے مراد یا تو عام حاضرین ہیں کہ سارے جہان میں جس جس سے تم اس کام میں مدد لینا چاہو لے سکتے ہو، اور یا اس سے مراد ان کے بت ہیں جن کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ قیامت کے روز یہ ہمارے لئے گواہی دیں گے۔

دوسری آیت میں ان کو ڈرایا گیا کہ اگر تم یہ کام نہ کرسکو تو پھر جہنم کی ایسی سخت آگ سے بچنے کا سامان کرو جس کے انگارے آدمی اور پتھر ہوں گے اور وہ تم ہی جیسے انکار کرنے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے، اور اسی جملہ کے بیچ میں جو واقعہ ہونے والا تھا اس کی خبر بھی دیدی ولن تفعلوا یعنی خواہ تم کتنا ہی انفرادی اور اجتماعی زور لگاؤ تمہاری مجال نہیں کہ اس کی مثال بنا سکو۔

اس پر غور کیا جائے کہ جو قوم اسلام اور قرآن کی مخالفت اور اس کو گرانے مٹانے کیلئے اپنی جان، مال، آبرو، اولاد سب کچھ قربان کرنے کیلئے تلی ہوئی تھی، اس کو یہ آسان موقع دیا جاتا ہے کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال بنا لاؤ تو تم اپنے مطلب میں کامیاب ہوسکتے ہو، اور یہ کہہ کر ان کی غیرت کو جوش میں لایا جاتا ہے کہ "تم ہرگز یہ کام نہ کرسکو گے" مگر پوری قوم میں کوئی بھی اس کام کیلئے آگے نہ بڑھا، اس سے بڑھ کر کونسا اعتراف اپنے عجز کا اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا ہوسکتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ کا ایسا کھلا ہوا معجزہ ہے جس نے تمام سرکشوں کی گردنیں جھکا دیں۔

قرآن کریم ایک زندہ اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے

تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات صرف ان کی حیات تک معجزہ ہوتے، لیکن قرآن کا معجزہ بعد وفات رسول کریم ﷺ بھی اسی طرح معجزہ کی حیثیت میں باقی ہے، آج بھی ایک ادنیٰ مسلمان ساری دنیا کے اہل علم و دانش کو للکار کر دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس کی مثال نہ کوئی پہلے لاسکا نہ آج لاسکتا ہے، اور جس کو ہمت ہو پیش کر کے دکھلائے۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ مفسر جلالین نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں رسول اللہ ﷺ کے دو معجزوں کے متعلق بحوالہ

حدیث لکھا ہے کہ قیامت تک باقی ہیں، ایک قرآن کا معجزہ، دوسرے یہ کہ رسول کریم ﷺ سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ایام حج میں تینوں جمرات پر لاکھوں آدمی تین روز تک مسلسل کنکریاں پھینکتے ہیں پھر کوئی ان کنکریوں کے ڈھیر کو یہاں سے اٹھاتا بھی نظر نہیں آتا اور ایک مرتبہ پھینکی ہوئی کنکر کو دوبارہ استعمال کرنا بھی ممنوع ہے، اس لئے ہر حاجی اپنے لئے مزدلفہ سے کنکریاں نئی لے کر آتا ہے، اس کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ جمرات کے گرد ایک ہی سال میں ٹیلہ لگ جاتا، جس میں جمرات چھپ جاتے اور چند سال میں تو پہاڑ ہو جاتا، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے کہ جس جس شخص کا حج قبول ہو اس کی کنکریاں اٹھالی جائیں، اب اس جگہ صرف ان کم نصیبوں کی کنکریاں باقی رہ جاتی ہیں جن کا حج قبول نہیں ہوا، اس لئے اس جگہ پڑی ہوئی کنکریاں بہت کم نظر آتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہاں پہاڑ کھڑا ہو گیا ہوتا، یہ روایت سنن بیہقی میں موجود ہے۔

یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کے ذریعہ رسول کریم ﷺ کی سچائی کی تصدیق ہر سال اور ہر زمانے میں ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ حج میں لاکھوں آدمی ہر سال جمع ہوتے ہیں اور ہر شخص ہر جمرہ پر ہر روز سات سات کنکریاں پھینکتا ہے، اور بعض جاہل تو بڑے بڑے پتھر پھینکتے ہیں اور یہ بھی یقینی طور پر معلوم ہے کہ ان کنکریوں کو یہاں سے اٹھانے اور صاف کرنے کا حکومت یا کوئی جماعت بھی روزانہ انتظام نہیں کرتی، نہ اٹھائی جاتی ہیں اور جیسا قدیم سے دستور چلا آتا ہے کہ اس جگہ سے کنکریاں اٹھائی ہی نہیں جاتیں، تو اگلے سال اس کا دوگنا اور تیسرے سال تگنا ہو جائے گا، پھر کیا شبہ ہے کہ چند سال میں یہ حصہ زمین مع جمرات کے ان کنکریوں میں چھپ جائیگا اور بجائے جمرات کے ایک پہاڑ کھڑا نظر آئے، مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے اور یہ مشاہدہ ہر زمانے میں رسول کریم ﷺ کی تصدیق اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کیلئے کافی ہے، سنا ہے کہ اب یہاں سے کنکریاں اٹھانے کا کچھ انتظام ہونے لگا ہے مگر تیرہ سو برس تک کا عمل بھی اس مضمون کی تصدیق کیلئے کافی ہے۔ اسی طرح معجزۂ قرآن ایک زندہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے جیسے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں اس کی نظیر یا مثال پیش نہیں کی جاسکی، آج بھی نہیں کی جاسکتی۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۱۴۱)

مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

ایک انتباہ

حدیث کے اس ٹکڑے کی تقریر وتوضیح بہت سے حضرات اس طرح کرتے ہیں کہ گویا اس کا تعلق خاص نماز ہی سے ہے اور گویا اس کا مطلب بس یہ ہے کہ نماز پورے خضوع وخشوع سے پڑھی جائے حالانکہ حدیث کے الفاظ میں اس خصوصیت کیلئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے حدیث میں تو تعبد کا لفظ ہے جس کے معنی مطلق عبادت اور بندگی کے ہیں لہٰذا نماز کے ساتھ آنحضرت کے اس ارشاد کو مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ اسی حدیث کی ایک اور روایت میں بجائے تعبد کے تخشی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی الاحسان ان تخشی اللّٰہ کانک تراہ کا ترجمہ یہ ہو گا کہ احسان یہ ہے کہ تم خدا سے اس طرح ڈرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو الخ اور اسی واقعہ کی ایک روایت میں اس موقع پر یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ الاحسان ان تعبداللّٰہ کانک تراہ الخ جس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ احسان اس کا نام ہے کہ تم ہر کام اللہ کیلئے اس طرح کرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو الخ ان دونوں روایتوں سے یہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ احسان کا تعلق صرف نماز ہی سے نہیں ہے بلکہ انسان کی پوری زندگی سے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ہر عبادت وبندگی اور اس کے ہر حکم کی اطاعت وفرمانبرداری اس طرح کی جائے اور اس کے مواخذہ سے اس طرح ڈرا جائے کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہے اور ہماری ہر حرکت وسکون کو دیکھ رہا ہے۔

الساعۃ یعنی قیامت: اسلام اور ایمان اور احسان کے متعلق سوالوں کے بعد آنحضرت ﷺ سے سائل نے عرض کیا تھا فاخبرنی عن الساعۃ یعنی مجھے قیامت کے بابت بتلایئے کہ کب آئے گی آپ نے جواب دیا ماالمسول عنھا باعلم من السائل یعنی جس سے سوال کیا جارہا ہے اس کو خود اس بارہ میں سائل سے زیادہ علم نہیں ہے یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم جس طرح سائل کو نہیں ہے مجھے بھی نہیں ہے اسی حدیث کی ابوہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ والی روایت میں جو صحیح بخاری میں بھی ہے اس موقع پر یہ الفاظ اور ہیں: [1]فی خمس لا یعلمها الا اللّٰہ ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذاتکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللّٰہ علیم خبیر۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ نے (یہ فرمانے کے بعد کہ قیامت کے بارے میں میرا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے) یہ مزید افادہ فرمایا کہ یہ (وقت قیامت تو) ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کے متعلق قرآن کریم کی اس آیت ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ الخ میں اعلان کردیا گیا ہے کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا۔

شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے سوال کے جواب میں بجائے یہ فرمانے کے کہ مجھے اس کا علم نہیں یہ پیرایہ بیان (کہ اس بارے میں مسئول عنہ کا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے) اس لئے اختیار فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ کسی سائل اور کسی مسئول کو بھی اس کا علم نہیں ہے اور آیت قرآنی تلاوت کرکے آپ نے اس کو اور زیادہ محکم فرمادیا۔

علامات قیامت

وقت قیامت کے متعلق مذکورہ بالا جواب پانے کے بعد سائل نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ فاخبرنی عن امارا تھا (مجھے قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتلایئے) اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے دو خاص نشانیاں بیان فرمائیں۔

ایک یہ کہ لونڈی اپنی مالکہ اور آقا کو جنے گی اور دوسری یہ کہ نادار اور ننگے اور بھوکے لوگ جن کا کام بکریاں چرانا ہوگا وہ بھی بڑی بڑی شاندار عمارتیں بنائیں گے۔

پہلی جو نشانی آپ نے بیان فرمائی اس کا مطلب شارحین حدیث نے کئی طرح سے بیان کیا ہے راقم کے نزدیک سب سے زیادہ راجح توجیہ یہ ہے کہ قرب قیامت میں ماں باپ کی

---

1) قیامت کا وقت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے) یقیناً صرف اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کے وقت خاص کا علم اور وہی نازل کرتا ہے بارش (یعنی اس کے علم میں ہے کہ بارش کب اور کہاں ہوگی) اور وہ جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہوتا ہے اور کسی نفس کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اور کسی نفس کو خبر نہیں کہ کس زمین میں اس کو موت آئے گی یقیناً اللہ ہی ان باتوں کا پورا جاننے والا ہے اور ان کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔

نافرمانی عام ہوجائے گی حتی کہ لڑکیاں جن کی سرشت میں ماؤں کی اطاعت اور وفاداری کا عنصر بہت غالب ہوتا ہے اور جن سے ماں کے مقابلہ میں سرکشی بظاہر بہت ہی مشکل اور مستبعد ہے وہ بھی نہ صرف یہ کہ ماؤں کے مقابلہ میں نافرمان ہوجائیں گی بلکہ الٹی اس طرح ان پر حکومت چلائیں گی جس طرح ایک مالکہ اور سیدہ اپنی زرخرید باندی پر حکومت کرتی ہے اسی کو حضرت نے اس عنوان سے تعبیر فرمایا ہے کہ عورت اپنی مالکہ اور آقا کو جنے گی یعنی عورت سے جولڑکی پیدا ہوگی وہ بڑی ہوکر خود اس ماں پر اپنی حکومت چلائے گی اور کوئی شک نہیں کہ اس نشانی کے ظہور کی ابتداء ہوچکی ہے۔

اور دوسری جو نشانی حضرت نے بیان فرمائی کہ بھوکے ننگے اور بکریوں کے چرانے والے اونچے اونچے محل بنوائیں گے تو یہ اس طرف اشارہ ہے کہ قرب قیامت میں دنیوی دولت بالاتری ان اراذل کے ہاتھوں میں آئے گی جو اس کے اہل نہ ہوں گے اور ان کو بس اونچے اونچے شاندار محل بنوانے سے شغف ہوگا اور اسی کو وہ سرمایۂ فخر ومباہات سمجھیں گے اور اسی میں اپنی الوالعزمی دکھائیں گے اور ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔

ایک دوسری حدیث میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ (یعنی جب حکومتی اختیارات اور مناصب ومعاملات نااہلوں کے سپرد ہونے لگیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو)

زیر تشریح حدیث کے آخر میں ہے کہ اس سائل کے چلے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ یہ سائل جبرئیل امین تھے اور اس لئے سائل بن کر آئے تھے کہ اس سوال وجواب کے ذریعہ صحابہ کو دین کی تعلیم اور تذکیر ہوجائے۔

اس حدیث کی بعض روایات میں یہ تصریح بھی ہے کہ حضرت جبرئیل کی یہ آمد اور گفتگو رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف کے آخری حصہ میں ہوئی تھی (فتح الباری وعمدۃ القاری)

گویا تیس سال کی مدت میں جس دین کی تعلیم مکمل ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ جبرئیل کے ان سوالات کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے پورے دین کا خلاصہ اور لب لباب بیان کراکے صحابہ کے علم کی تکمیل کردی جائے اور ان کو اس امانت کا امین بنادیا جائے۔

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

O فرمایا علوم بلا واسطہ سے علوم بالواسطہ اسلم و بے خطر ہیں مراد یہ ہے کہ کشف وغیرہ تو بلا واسطہ بھی ہوتا ہے اور اس میں غلطی ممکن ہے اور جو بواسطہ وحی ہیں ان میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔

O فرمایا حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ نے لکھنو میں شیعوں کی بادشاہی مجلس میں وعظ فرمایا بادشاہ نے ایک امیر کے ذریعہ سے جن کے گھر مولانا مہمان تھے اس کی درخواست کی تھی وہ امیر ٹالتا تھا کہ مولانا شمشیر برہنہ ہیں خدا جانے کیا کیا فرمادیں جب بادشاہ کی طرف سے زیادہ اصرار ہوا اور وعظ قرار پا گیا تو اس امیر نے عرض کیا رفض کا بیان نہ کیجئے جب وعظ شروع ہوا تو مولانا نے یہی فرمایا کہ واعظ کی مثال طبیب کی سی ہے مرض کے موافق دوا بتلاتا ہے یہاں مرض ہے رفض کا اور فلاں صاحب اس کے متعلق بیان کرنے کو منع کرتے ہیں مگر میں بضرورت علاج کے اسی کے متعلق کچھ بیان کروں گا پھر خوب رد کیا ایک شیعی مجتہد نے وعظ میں اعتراض کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں گستاخ تھے بخلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے اس سے اندازہ کرلیا جاوے فوراً فرمایا کہ پھر تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے مذہب پر ہوئے اور تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے مذہب پر ہوئے کیونکہ ہم کسی کے بارہ میں گستاخی نہیں کرتے اور تم گستاخ ہو پھر دوسرا اعتراض کہ تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضلیت میں یہ ذکر کرتے ہو کہ انہوں نے بہت فتوحات کئے اس سے تو ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حدیث میں ہے ان اللّٰہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر مولانا نے فوراً فرمایا مگر اس سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ جس دین کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امداد کی تھی دین حق تو وہی تھا اور الحمدللہ آج ہم اسی دین پر ہیں۔

اسی طرح ایک دفعہ خرگوش شکار کرکے لائے اور ایک گوشہ میں رکھ دیا مجتہد بھی ملنے

آئے تھے ایک کتا آیا اور خرگوش کو سونگھ کر چلا گیا مجتہد نے کہا مولانا آپ کے شکار کو کتا بھی نہیں کھاتا فوراً فرمایا کہ جی ہاں یہ کتوں کے کھانے کا نہیں بلکہ اس کو انسان کھایا کرتے ہیں۔

O فرمایا عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ خود اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھا کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے دیکھ کر کہا یہ حرف غلط لکھا گیا اس کو بنا دیا مگر چونکہ وہ شخص خود غلطی پر تھا اس لئے اس کے جانے کے بعد ورق کو نکالدیا اور دوبارہ صحیح لکھا کسی نے کہا کہ اس وقت غلط کیوں لکھ دیا تھا عذر فرمادیا جاتا فرمایا اس سے اس کا حوصلہ پست ہوجاتا پھر آئندہ کبھی وہ مشورہ نہ دیتا پس میں اپنے مصلحین کی تعداد کم نہیں کرنا چاہتا۔

O فرمایا رقعات عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ صاحب باطن اور صاحب نسبت تھے واقعی امر ہے کہ کورے آدمی کے ذہن میں ایسے مضمون نہیں آسکتے اخیر وقت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا کفن دستکاری کے روپوں سے مہیا کرنا کو قرآن کی اجرت بھی کچھ ہے اور علماء نے اس کے جواز کو فتویٰ بھی دیا ہے مگر بظاہر یہ اشتراء بآیات اللہ ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے کفن میں جا کر ملوں جس میں شبہ ہے۔

O فرمایا عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام محمد قلی تھا عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار اس کو آواز دی اور کہا قلی وہ فوراً لوٹا لیکر حاضر ہوا بادشاہ نے وضو کیا اس وقت ایک شخص حاضر تھا حیران ہوا کہ بادشاہ نے وضو کا پانی طلب نہ کیا تھا نہ یہ وقت وضو کرنے کا تھا تو نوکر کہاں سے سمجھ گیا کہ بادشاہ کو وضو کیلئے پانی کی ضرورت ہے۔

آخر اس نے محمد قلی سے دریافت کیا کہ تو کیسے سمجھا کہ اس وقت بادشاہ کو وضو کی ضرورت ہے اس نے کہا میرا نام محمد قلی ہے اور بادشاہ نے غایت تہذیب کی وجہ سے مجھ کو کبھی آدھے نام سے نہیں پکارا ہمیشہ پورا نام لیا کرتے ہیں آج جب محمد کے لفظ کو انہوں نے ذکر نہیں فرمایا تو میں سمجھ گیا کہ بادشاہ اس وقت بے وضو ہیں اس واسطے لفظ محمد کو ادب کی وجہ سے ذکر نہیں کیا سبحان اللہ! عالمگیر کا ادب اور ملازم کا فہم دونوں عدیم النظیر ہیں۔

O فرمایا آج کل طبیعتوں میں اکثر شرافت نہیں رہی صرف شر و آفت باقی رہ گئی۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

اصلاحی مکاتیب

سالکین کے خطوط اور حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کے جوابات

ارشاد: یہ ملامت بھی علاج کا جز ہے، باقی طبعی میلان میں جب تک قصد کا دخل نہ ہو احداث یا ابقاء میں زیادہ فکر کی بات نہیں کو قابل اصلاح ہے مگر قابل مؤاخذہ نہیں لعدم دخل القصد فیہ وعدم التوکّل بمعنی ترک الاسباب لایؤ اخذ علیہ لانّہ لیس مامور بہ بل ترک الاسباب العادیۃ منھیّ عنہ بمن لاّ یملك نفسہ علیہ۔

حال: طبیعت میں وہ صفا نہیں آتی جس سے اس دنیائے دوں کی کششوں کی طرف التفات نہ رہے۔

ارشاد: پھر تو آدمی فرشتہ بن جائے ویبطل مصلحۃ تخلیق الانسان۔

حال: مشغولیت اعمال دنیا کے سبب نوافل وذکر بھی بہت کم کیا جاتا ہے، مالک کا شکر ہے کہ استغفار کی توفیق دے رکھی ہے۔

ارشاد: بس آگ کا دفاع استغفار کے پانی سے ہو جاتا ہے قابل شکر حالت ہے۔

حال: بندہ یوں سمجھتا ہے کہ جیسے نعوذ باللہ من الاثم گناہ ایک فعل ہے اسی طرح استغفار ایک فعل ہے جس کی تاثیر گناہ کو مٹا دینا ہے۔

ارشاد: ٹھیک ہے مگر استغفار کی امید پر اقدام گناہ پر ایسا ہی ہے جیسا کہ حاکم کی مہربانی پر بھروسہ کرکے اقدام جرم پر، ولا یختارہ عاقل ولا یفعلہ احد۔

حال: ہمارے خاندان کا دستور ہے کہ جب بچی بالغ ہو جاتی ہے تو وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کے کسی بزرگ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کر لیتی ہے، میں نے اس بارہ میں استخارہ کیا ہے اور میرا قلبی رجحان آپ سے اصلاحی تعلق کا ہے از راہ کرم مجھے اجازت عطا فرما دیں کہ میں اپنے حالات آپ کی خدمت میں لکھ بھیجا کروں۔

ارشاد: اجازت ہے نفع اللّٰہ لکم علی حسن ظنکم بی ویوفّقنی وایاکم لما یحب ویرضی ویفید فی اصلاح الظّاھر والباطن۔ مطالعة المواعظ والملفوظات لحضرة حکیم الامة التھانوی رحمة اللّٰہ علیہ خصوصا تسھیل قصد السبیل وتعلیم الدین والتّشرّف بمعرفة احادیث التّصوّف وامثالہ وھوالموفّق والمعین وبہ نستعین ۔

حال: مدرسہ کے واجبات پورے کرکے سارا دن قصے کہانیاں پڑھتی رہتی ہوں۔

ارشاد: اس کے بجائے قصص الاکابر لقصص الاصاغر لحضرۃ التھانوی رحمہ اللہ کا مطالعہ کریں۔

حال: قصے پڑھنے سے ہمیں ادبی زبان آ گئی ہے جو کہ الحمدللہ ایک طرح کا علمی سبب ہے۔

ارشاد: بس اب ان کی ضرورت نہیں رہی مقصد حاصل ہوگیا۔

حال: چونکہ الحمدللہ ہمارے گھر ریڈیو، ٹی وی وغیرہ نہیں ہے اور بلا ضرورت گھر سے باہر بھی نہیں جاتے ، بفضلہ تعالیٰ شرعی پردہ کرتے ہیں یعنی خالاؤں وغیرہ کے لڑکوں کے سامنے نہیں آتے۔

ارشاد: قابل شکر ہے۔

حال: اس لئے ہمارے پاس وقت گزارنے کیلئے یہی قصے ہی ہیں۔

ارشاد: حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم پڑھا کریں، حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم لمولانا محمد یوسف عربی زبان میں ہے اس کو پڑھیں۔

حال: مجھے اصلاحی خطوط لکھنے میں بڑی سستی ہوتی ہے کیونکہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔

ارشاد: یہی لکھدیا کرو کہ سمجھ میں نہیں آتا کیا لکھوں، اس سے تعلق قائم رہتا ہے اور پھر سمجھ میں بھی آنے لگتا ہے۔

فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

مسئلہ تعجیل افطار

الملقب بہ

تکمیل الاجر فی تعجیل الفطر

افطاری کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمارے لئے اس عبادت صوم کی ایک خاص حد مقرر فرما کر اس حد کے آنے پر اس کو ختم کرنے اور افطار کرنے کا حکم فرمایا دیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت اس جگہ سے رات آجائے یعنی مشرق کی جانب سے رات کی سیاہی اٹھ چکے اور اس جگہ یعنی مغرب کی طرف سے دن چلا جائے اور آفتاب بھی چھپ جائے اور چلا جائے دن اس جگہ سے یعنی مغرب کی طرف سے اور چھپ جائے آفتاب تو روزہ افطار کیا روزہ دار نے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ وقت افطار کا ہے، ایسے وقت میں افطار کر لینا چاہئے اور یہ وقت افطار بڑی ہی خوشی کا وقت ہوتا ہے کہ تمام دن کی مشقت ومحنت بھوک و پیاس کا خاتمہ اس پر ہو جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے روزہ دار کیلئے دو وقت خوشی حاصل ہونے کے ہیں ایک وقت خوشی حاصل ہونے کا تو یہی افطار کا وقت ہے کہ بھوک اور پیاس کی شدت کی حالت میں کھانے پینے کو مل گیا اور تشنگی رفع ہو کر رگیں بھر گئیں، اس خوشی کی یہ تو دنیوی حیثیت ہوتی ہے، دوسری حیثیت اس کی دینی یہ ہوتی ہے کہ ایک ضعیف البیان بندہ خدا تعالیٰ کے حکم کو بجالایا اور اپنے رب کے فریضہ کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہو گیا، یہ وقت واقعی خوش ہونے کا ہے کہ اتنی بھاری عبادت کے بوجھ کو اٹھا کر یہ عاجز وناتواں انسان ساحل مراد پر پہنچ گیا اور اس نے راستہ کے تمام پرخطر عقبات کو عبور کر کے امانت الٰہیہ کو شیطانی دست وبرد سے محفوظ ومامون ادا کر دیا۔

دوسری خوشی روزہ دار کو اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی، جب اس کو

روزہ کا ثواب رازدارانہ طریقہ پر عنایت کیا جائے گا، اس ثواب کو حاصل کر کے اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہے گی، افطار کی مشروعیت میں چونکہ ہمارے احتیاج اور ضعف پر نظر فرمائی گئی ہے اور اسی بنا پر روزہ کو افطار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے شریعت نے امت کو صوم وصال (بغیر افطار کئے پے درپے روہ رکھنا) سے منع کیا ہے اور امت کیلئے صوم وصال مکروہ تحریمی ہے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کو صوم وصال رکھتے ہوئے دیکھ کر جو اشکال کیا تو حضور ﷺ نے اس کو اپنی خصوصیت بتلا کر فرمایا کہ تم میں میری مانند کون ہے، مجھے تو شب گزاری کی حالت میں اللہ تعالی کھلا پلا دیتا ہے یعنی ذوق معارف اور لذت مناجات وطاعات کے سبب جو غذا روحانی حاصل ہوتی ہے اس کے سبب غذائے جسمانی سے استغنا حاصل ہو جاتا ہے، اس لئے بغیر افطار کئے روزہ رکھنے سے ضعف پیدا نہیں ہوتا، بہرحال یہ صوم وصال حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، اس لئے اہل سلوک اور ارباب مجاہدہ حضرات بھی جو کہ ریاضت اور نفس کشی کے خوگر اور عادی ہوتے ہیں وہ بھی روزہ کو افطار کر لیتے ہیں، اگرچہ یہ افطار ایک چلو پانی کے ساتھ ہی ہوتا کہ حقیقت وصال منہی عنہ سے ان کا روزہ نکل جائے۔

تعجیل افطار

اسی ضعف اور عجز کے اظہار کی غرض سے افطار میں تعجیل (جلدی) کرنے کا حکم دیا گیا ہے افطار جلدی کرنے کے اندر اپنے ضعف اور عجز ودر ماندگی کا اظہار ہے بخلاف تاخیر (دیر کرنے) کے کہ اس میں ایک قسم کی قوت کا صورۃً دعویٰ ہے اور تعجیل افطار کا حکم اس لئے بھی مناسب ہے کہ روزہ دار خدا تعالی کا مہمان ہے اور افطاری اس کیلئے حق تعالی کی طرف سے بطور مہمانی کے عطا کی گئی ہے اور عطاء حق کے قبول کرنے میں تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ تاخیر اس سے اعراض وروگردانی اور استغناء کے مشابہ ہے ایام تشریق میں روزہ کے حرام ہونے کی وجہ مہمانی حق سے اعراض ہی کو بتلایا گیا ہے نبی کریم ﷺ نے تعجیل افطار کو بھلائی اور دین کے غالب ہونے کی علامت فرمایا ہے، فرماتے ہیں: لوگ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ: دین ہمیشہ غالب رہے گا

جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے،اس لئے کہ یہود افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:میرے بندوں میں زیادہ محبوب مجھے وہ ہے جو افطار میں جلدی کرتا ہو۔

ف:

مطلب یہ ہے کہ غروب آفتاب پر یقین ہو جانے کے بعد روزہ افطار کرنے میں دیر نہ لگاوے لیکن غروب آفتاب میں شک ہونے کی صورت میں ہرگز افطار نہ کرے تعجیل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام دن کے روزہ کی محنت کو شک میں ڈال دیا جائے اور ایسے وقت میں افطار کرلیا جائے کہ ابھی غروب آفتاب پر پورا یقین نہ ہوا ہو۔

فقہاء نے قاعدہ لکھا ہے کہ اگر کسی عبادت کے وقت کے داخل ہونے میں شک ہو تو ایسی حالت میں اس عبادت کو ادا کرنا جائز نہیں ہے اگر چہ ادائیگی کے بعد اس کے وقت کے اندر ہونے کا یقین حاصل ہو گیا ہو کیونکہ وقت کے داخل ہونے کا یقین اور اس پر اعتماد عبادت کے شروع کرنے سے پہلے حاصل ہونا شرط ہے۔

کما فی الشامیة یشترط لصحة الصلوٰة دخول الوقت واعتماد دخوله کما فی نور الایضاح وغیره فلو شك فی دخول وقت العبادة فاتی فبان انه فعلها فی الوقت لم یجزه کما فی الاشباه (ج۱ص۳۴۳)

آبادی کے اندر تو آفتاب کے غروب ہونے کی علامت علامہ قطب الدین رحمہ اللہ نے مظاہر حق میں یہ لکھی ہے کہ:

مشرق کی جانب سیاہی بلند ہو کر اس جگہ تک پہنچ جائے جہاں سے صبح صادق شروع ہوتی ہے سیاہی کا آسمان کے بیچو بیچ پہنچنا شرط نہیں سورج کے غروب ہونے کے ساتھ ہی مشرق کی جانب سیاہی کا بلند ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کو حدیث میں اقبال لیل سے تعبیر فرمایا ہے اور اسی کو افطار کے وقت ہونے کی علامت فرمایا ہے ورنہ سورج کے غروب ہونے کا یقین یا تو خود غروب ہوتے ہوئے دیکھ کر ہوتا ہے یا پھر کم سے کم ایک عادل شخص اگر سورج کے غروب ہونے

کی خبر دے تو بھی اس کے قول پر عمل کر کے روزہ افطار کر لینا جائز ہے علامہ شامی فرماتے ہیں:

وفی صیام القهستانی واما الافطار فلا یجوز بقول واحد بل بالمثنی وظاهر الجواب انه لا بأس به اذا کان عدلا صدقه الخ (ج ا ص ۳۴۳)

اور بذل المجہود شرح ابوداؤد میں ہے:

واتفق العلماء علی ان محل ذلك اذا تحقق غروب الشمس بالرؤیة او باخبار عدلین وکذا عدل واحد فی الارجح (ج ا ص ۱۴۱)

اسی حکم میں ہے وہ جنتری جو کسی عادل اور ثقہ شخص نے غروب کا مشاہدہ کر کے بنائی ہو۔

ف:

افطار میں تعجیل کی بعض حکمتوں کا بیان اوپر ہو چکا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تعجیل کی علت کو بیان فرمایا ہے کہ تعجیل افطار کی اصل علت اور اس کی وجہ اہل کتاب کی مخالفت ہے وہ افطار میں اس قدر تاخیر کرتے ہیں کہ ستارے گنجان ہو جاتے ہیں اور ہماری ملت میں یہ عادت اہل بدعت کی ہے ہم کو ان کے خلاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کے خلاف کرنے میں یقیناً دین کا غلبہ اور اسلام کی شوکت کا اظہار ہے اور ان کی مخالفت کرنے والا سنت کی متابعت کرنے کی وجہ سے ضرور حق تعالیٰ کی محبت کا حقدار ہے دین کی مضبوطی اور اس کا غلبہ اعداء دین اور دشمنان اسلام اہل کتاب کی مخالفت کرنے ہی میں ہے اور مخالفان دین کی موافقت کرنے میں دین کا سراسر نقصان اور اس کا ضعف ہے اس طرح اہل کتاب اور ہمارے روزہ کے اندر ابتداء اور انتہا دونوں کے لحاظ سے فرق ہو جاتا ہے ہمارے روزہ کی ابتداء میں سحری ہے اور ان کے روزہ میں سحری نہیں ہے ہمارے روزہ کے اندر افطار میں تعجیل ہے بخلاف اہل کتاب کے کہ وہ روزہ کے افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

فائدہ جلیلہ

غروب آفتاب کے بعد رات کا آجانا اور افطار کا حلال ہو جانا اہل سنت کے اجماع و اتفاق سے ثابت ہے بخلاف شیعہ اہل بدعت کے کہ ان کے نزدیک ستاروں کے ظاہر ہونے

اور سیاہی کے پھیل جانے کے بعد افطار کا وقت ہوتا ہے اس سے قبل سورج کے غروب پر یقین ہو جانے کے باوجود وہ افطار کو جائز نہیں سمجھتے جیسا کہ ارکان اربعہ ص ۲۰۰ پر ہے:

والمعتبر في نهاية الصوم غروب الشمس فاذا غربت الشمس جاء الليل وحل الافطار باجماع من يعتد باجماعهم خلافا للشيعة فانهم لا يجوزون الافطار قبل ظهور الكواكب الثابتة وغشيان الظلمة۔

مذہب اہل سنت کی دلیل وہ حدیث ہے جس کا ترجمہ افطاری کے بیان کے شروع میں اوپر گزر چکا ہے یعنی حضرت رسول خدا ﷺ کا یہ ارشاد: اذا اقبل الليل وادبر النهار وغابت الشمس فقد افطر الصائم (رواہ الشیخان)

صاحب ارکان اربعہ علامہ بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو نقل فرما کر دوسری روایت عبداللہ بن ابی اوفی سے نقل فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے جب سورج غروب ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: اے فلاں نیچے اتر کر ہمارے لئے ستو گھول دے انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ابھی دن (کی روشنی) ہے آپ ﷺ نے (پھر) فرمایا نیچے اتر کر ہمارے لئے ستو بنا دے انہوں نے نیچے اتر کر ستو گھول دیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کو نوش جان فرمایا پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ جب سورج اس جگہ چلا جائے اور رات اس جگہ سے آجائے تو افطار کر لیا روزہ دار نے (راوہ الشیخان)

یعنی افطاری کا وقت سورج غروب ہو جانے کے بعد ہو جاتا ہے غروب کے بعد افطار میں کسی انتظار کی ضرورت باقی نہیں رہتی مخاطب کو روشنی اور سرخی کی وجہ سے جو افطار کے وقت آنے میں شبہ تھا آنحضرت ﷺ نے اس ارشاد سے اس کو دور فرما دیا۔

احکام القرآن جصاص میں ہے: روى ابوسعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا سقط القرص افطروا ولا خلاف في انه اذا غابت الشمس فقد انقضى وقت الصوم وجاز للصائم الاكل والشرب والجماع

وسائر ماحظره عليه الصوم (ج اص ۲۸۴)

احادیث مرفوع اور علامہ ابوبکر جصاص حنفی کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ سورج کی ٹکیہ کے غروب ہوتے ہی روزہ کا وقت ختم ہو کر افطار کرنا اور کھانا پینا جائز ہو جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اذا سقط القرص افطر کا مفاد ہے اسی طرح حدیث شیخین اذا اقبل الليل وادبر النهار وغابت الشمس فقد افطر الصائم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رات کے شروع ہوتے ہی روزہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور اکمال نہار کیلئے رات کے کسی جز میں امساک کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس حدیث شیخین میں یہ بتلایا گیا ہے کہ سورج کے چھپتے ہی روزہ افطار کرنے کا وقت ہو جاتا ہے اور یہی مطلب اقبال لیل وادبار نہار کا ہے، چنانچہ علامہ عینی شارح بخاری بھی تعجیل افطار کی حکمت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: قال المهلب والحكمة في ذلك ان لا يزاد في النهار من الليل (عینی ج اا ص ۶۷)

مطلب یہ ہے روزہ جلدی افطار کرنے میں حکمت یہ ہے کہ رات کا کوئی جز دن میں شامل نہ ہو جائے جیسا کہ افطار میں تاخیر کرنے سے یہ بات لازم آتی ہے۔

ان احادیث اور عبارات میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آیت کریمہ ثم اتموا الصيام الى الليل میں رات صوم کی حد میں داخل نہیں ہے بلکہ صوم صرف دن کے اندر ہی ہوتا ہے اور سورج کے غروب ہوتے ہی چونکہ رات آ جاتی ہے اس لئے سورج کے غروب ہوتے ہی روزہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ارکان اربعہ کی عبارت بالا سے بھی ایک فائدہ تو یہی حاصل ہوا کہ غروب شمس کے ساتھ ہی رات آ جاتی ہے اور افطار حلال ہو جاتا ہے غروب شمس اور مجی لیل میں کوئی فصل نہیں ہوتا بلکہ غروب شمس کیلئے مجی لیل لازم ہے جیسا کہ علامہ بحر العلوم فرماتے ہیں:

فاذا غربت الشمس جاء الليل وحل الافطار اس قضیہ شرطیہ میں اذا غربت الشمس مقدم ہے اور جاء الليل وحل الافطار تالی ہے اور ظاہر ہے کہ اس جگہ مقدم مستلزم تالی کو ہے معقولین کے قول اذا كانت الشمس طالعة فالنهار موجود (جس میں اذا

کانت الشمس طالعۃ مقدم ہے اورقالنہار موجود تالی ہے) کا مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ سورج کے طلوع ہوتے ہی بلافصل وجودنہار ہوجاتا ہے اورطلوع شمس کیلئے وجودنہار لازم ہےاوراس قول کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی صحیح نہیں کہ طلوع شمس کے بعدبھی وجودنہار میں کسی قسم کا شک وشبہ رہتا ہے، جب طلوع شمس مستلزم ہے وجودنہارکواورسورج نکلتے ہی دن شروع ہو جاتا ہےتو غروب شمس کے مستلزم لیل ہونے اورسورج کے غروب ہوتے ہی رات کے شروع ہوجانے میں کسی طرح کا شبہ کیونکر ہوسکتا ہے اور جب سورج غروب ہوگیا اوررات شروع ہوگئی تواب حل افطار میں تردد کیوں ہے؟۔

حاصل یہ ہے کہ غروب شمس کیلئے جب وجودلیل اورحل افطارلازم ہےتو پھرغروب شمس کے تحقق کے بعدافطار میں کس امرکاانتظارباقی ہےتواب امام فی العقائد شیخ ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ تعالی نے اگراپنی تفسیر ''تاویلات القرآن'' میں زیرآیت کریمہ ثم اتموا الصیام الی اللیل تحریرفرمایا ہے کہ:''اتمام صوم کیلئےغروب آفتاب کایقینی طورپرہوناضروری ہےاورغروب کایقین تب ہی ہوسکتا ہے جب رات کاایک جزدن میں داخل ہو''تواس کامطلب بھی سمجھ میں آ گیاہوگا کہ سورج کے غروب ہوتے ہی چونکہ رات کا آنا شروع ہوجاتا ہےاس لئے رات کےایک جز کےدن میں داخل ہونے کیلئےغروب آفتاب کے بعدکسی دوسری چیز کے انتظارکی ضرورت نہیں ہے،سورج کےغروب ہوتے ہی رات کاایک جزدن میں خودبخودداخل ہوجاتا ہےاورصوم کااتمام ہوکرافطارحلال ہوجاتا ہے جیسا کہ علامہ زرقانی نےشرح مؤطامیں تفسیرتاویلات القرآن کےہم معنی قول لکن لابدمن امساك جزء من اللیل لیتیقن اکمال النہار کومنتقی سےنقل کرنے کےبعدعلامہ باجی کاقول نقل فرمایا ہے:ان ہذاقول اصحابناولایحتاج الیہ عندی لانہ اذا لم یفطرحتی تغیب الشمس فقد استوفی ذلك ولایتصورفیہ غیرہذا(زرقانی ج۲ص۱۵۸)

رفع اشتباہ

بعض اکابرکے کلام سے بظاہریہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی تاخیرکوافطارکے اندرمکروہ

فرماتے ہیں جو حد اشتباک نجوم تک پہنچ جائے، چنانچہ فرماتے ہیں انما یکرہ تاخیرہ الی اشتباك النجوم یعنی افطار اس وقت مکروہ ہوتا ہے جب ستاروں کے ہجوم اور ان کے انبوہ تک اس کو مؤخر کیا جائے کیونکہ ستاروں کے انبوہ اور ہجوم ہونے پر ہی اہل کتاب کے افطار کا وقت ہوتا ہے اور حسب بیان مخبر صادق ﷺ تعجیل افطار کے حکم کی علت اہل کتاب کی مخالفت ہے لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اکابر سلف کے کلام اور علت مذکورہ فی الحدیث سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے کہ اشتباک نجوم اور ستاروں کے انبوہ سے پہلے پہلے قطعی طور پر غروب آفتاب کے بعد کا درمیانی وقت تمام مستحب اور افطار کیلئے مسنون ہے جیسا کہ اس زمانہ میں بعض اہل علم نے یہ نتیجہ نکالا ہے اور اس پر انہوں نے بطور دلیل حضور ﷺ اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے بعد نماز مغرب روزہ افطار فرمانے کو پیش کیا ہے، چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

بخاری شریف اور مسلم شریف باب وقت المغرب میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی المغرب اذا غربت الشمس و توارت بالحجاب ۔

یعنی حضور اکرم ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب آفتاب غروب ہو کر اچھی طرح پردوں میں چھپ جاتا تھا، اب اس وقت کے بعد نماز مغرب ادا فرمانا اور اس میں سورۂ طور (جیسا کہ صحیحین سے ثابت ہے) کے برابر تلاوت فرمانا اور پھر اس کے بعد (حسب روایت کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۵۵) روزہ افطار فرمانا اور اس پر خلفائے راشدین کا تعامل دائی اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ یہ وقت تاخیر مکروہ میں داخل نہیں ہے بلکہ تعجیل مستحبہ کے اندر ہے (تبلیغ القوم فی اتمام الصوم ص ۷، ۸)

مگر حق یہ ہے کہ نہ تو ان احادیث کے اندر اس نتیجہ مذکورہ (غروب آفتاب کے بعد سے اشتباک نجوم تک تمام وقت تعجیل مستحبہ کے اندر ہے) پر کوئی دلالت ہے اور نہ ہی پیش کردہ عبارات فقہیہ اس مطلب کیلئے مفید ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ غروب آفتاب سے لے کر اشتباک نجوم (جو کہ اہل کتاب کے افطار کا وقت ہے) تک تمام وقت کا ایک ہی حکم نہیں ہے بلکہ اس کے تین درجے ہیں ۔

(۱) اشتباک نجوم اور ستاروں کے ہجوم وانبوہ ہونے پر افطار کرنا تو بوجہ اتباع اہل کتاب کے مکروہ تحریمی ہے۔

(۲) اور سورج کے غروب ہونے پر یقین ہوتے ہی فوراً افطار کر لینا مستحب اور تعجیل مطلوب میں داخل ہے جس کو حدیث شریف میں دین کے غلبہ اور اعزاز کا سبب فرمایا گیا ہے اور مقدار رکعتین تک افطار کر لینا بھی اسی تعجیل مستحب میں داخل ہے۔

(۳) اور مقدار رکعتین سے لے کر اشتباک نجوم تک تاخیر کرنا مباح مع کراہت تنزیہی کے ہے۔

لہٰذا جن اکابر کے کلام میں ستاروں کے انبوہ تک تاخیر کو مکروہ فرمایا گیا ہے ان کی مراد مکروہ سے مکروہ تحریمی ہے، اشتباک نجوم سے قبل کراہت تنزیہیہ کی وہ نفی نہیں فرماتے، بلکہ اشتباک نجوم پر وہ کراہت تحریمیہ کا اثبات فرما رہے ہیں اور اس سے قبل جس کراہت کی نفی (انما یکرہ) سے حرف حصر انما کی وجہ سے مفہوم ہو رہی ہے وہ کراہت تحریمیہ کی نفی ہے کیونکہ انما یکرہ سے کراہت تحریمیہ ہی کو ثابت فرمایا جا رہا ہے، حاصل یہ ہے کہ انمایکرہ تاخیرہ الی اشتباك النجوم سے ان بعض اہل علم کو اشتباہ واقع ہو گیا اس لئے انہوں نے اس کو کراہت تنزیہیہ پر محمول کر کے اس سے قبل کا تمام وقت تعجیل مستحب میں داخل سمجھ لیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد سے اشتباک نجوم تک کا ایک ہی حکم لکھ دیا، یا پھر انہوں نے عبارت بالا میں کراہت سے تو کراہت تحریمیہ ہی مراد لی ہے مگر اشتباک نجوم سے قبل جو ایک درجہ کراہت تنزیہیہ کا تھا اس سے ان کی نظر چوک گئی اور غروب آفتاب سے لے کر اشتباک نجوم تک کے تمام وقت کو مستحب خیال کر لیا حالانکہ دو رکعتوں کی مقدار وقت گذر جانے پر تنزیہی کراہت شروع ہو جاتی ہے، بہرحال تعجیل مستحب سے مراد یہی ہے کہ یقینی طور پر غروب آفتاب کے بعد فوراً افطار کر لیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر دائمی عمل تھا اور اسی کی ترغیب امت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اس کی تائید میں ان احادیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے جس میں تعجیل افطار کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونا بیان فرمایا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل تعجیل افطار کے ثبوت

میں آگے احادیث پیش کی جارہی ہیں۔

اس مقام پر ایک اورامر بھی اس قابل ہے کہ اس پر خوب غور اور اچھی طرح توجہ کی جائے وہ یہ کہ یہ امر مسلم ہے کہ نماز مغرب اور روزہ کے افطار کرنے دونوں کا وقت ایک ہی ہے اور یہ وقت آفتاب کے غروب ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے غروب آفتاب پر افطار صوم کے وقت ہوجانے کی بحث تو اذا اقبل الليل وادبر النهار وغابت الشمس وغیرہ احادیث سے اوپر گذر چکی ہے اور سورج کے غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز کا وقت ہوجانا صحیحین کی حدیث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي المغرب اذا غابت الشمس وتوارت بالحجاب سے بھی معلوم ہورہا ہے کیونکہ غابت الشمس اور توارت بالحجاب دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اور مقصود اس سے سورج کا غروب ہوجانا ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللفظان بمعنى واحد هما تفسير للآخر (ج ا ص ۲۲۸) بلکہ حدیث مسلم كنا نصلي المغرب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فينصرف احدنا وانه ليبصر مواقع نبله (مسلم ج ا ص ۲۲۸) سے تو یہ معلوم ہورہا ہے کہ آنحضرت ﷺ مغرب کے ادا فرمانے میں اس قدر تعجیل فرماتے تھے کہ نماز مغرب سے فارغ ہوجانے کے بعد بھی دن کی اتنی روشنی باقی رہتی تھی کہ اس روشنی میں تیروں کی جگہ کو دیکھا جاسکتا تھا مطلب یہ ہے کہ غروب ہوتے ہی اول وقت میں نماز مغرب کو ادا فرماتے تھے اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: معناه انه يبكر بها في اول وقتها بمجرد غروب الشمس حتى تنصرف ويرمي احدنا النبل عن قوسه ويبصر موقعه لبقاء الضوء، وفي هذين الحديثين ان المغرب تعجل عقب غروب الشمس وهذا مجمع عليه الخ (ج ا ص ۲۲۸)

جب حدیث شیخین ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي المغرب اذا غابت الشمس وتوارت بالحجاب کا مطلب حسب تصریح شارح مسلم یہ ہے کہ سورج کے غروب ہوتے ہی آنحضرت ﷺ مغرب کی نماز کو ادا فرمالیتے تھے اور یہی

آپ ﷺ کی عادت کریمہ تھی تو پھر نہ معلوم اس حدیث کے تحت بعض اہل علم نے اپنی مذکورہ بالاعبارت میں اس جملہ سے ''کہ اب اس وقت کے بعد نماز مغرب ادا فرمانا'' کونسا وقت مراد لیا ہے اور ان کے اس فقرہ کا مفہوم کیا ہے، بہر حال یہ تو متفق علیہ ہے کہ نماز مغرب اور روزہ کے افطار کا وقت ایک ہی ہے اور وہ غروب افتاب کے بعد سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ نماز مغرب میں بھی جلدی کرنا اسی طرح مندوب اور افضل ہے جس طرح روزہ کے افطار کرنے میں جلدی کرنا مستحب وافضل ہے جیسا کہ علامہ بحر العلوم لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ثـم تعجيل المغرب ايضاً مندوب كتعجيل الافطار (رسائل الارکان ص ۲۱۵)

اب اس پر غور کرنا چاہئے کہ مغرب میں جو تعجیل مستحب ہے اس تعجیل سے کیا مراد ہے اور اس کی حد کیا ہے؟ یعنی غروب آفتاب کے بعد کتنی دیر تک تاخیر کر کے نماز مغرب کا ادا کرنا تعجیل مستحب میں داخل ہے، پھر اس کے بعد اس کا فیصلہ آسان ہو جائے گا کہ غروب کے بعد کتنی دیر تک تاخیر کر کے روزہ کا افطار کرنا تعجیل مستحب میں داخل ہے اس کیلئے فقہاء کی درج ذیل عبارات میں غور کیا جانا چاہئے جن میں وقت مغرب کے درجات کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔

درمختار میں ہے: وآخر المغرب الى اشتباك النجوم اى كثرتها كره اى التاخير لا الفعل لانه مأمور به تحريما۔ اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: وهو الاصح ......وفي الحلية بعد كلام والظاهر ان السنة فعل المغرب فورا وبعده مباح الى اشتباك النجوم فيكره بلا عذر قلت اى يكره تحريما والظاهر انه اراد بالمباح مالايمنع فلاينافي كراهة التنزية وباقي تمامه قريبا (ج ا ص ۲۴۲)

اس عبارت میں تصریح ہے کہ وقت مغرب کے اندر تین درجے ہیں: پہلا درجہ یہ ہے کہ غروب ہوتے ہی مغرب کو فوراً ادا کر لیا جائے یہ درجہ سنت ہے۔ دوسرا درجہ اس کے بعد سے اشتباک نجوم تک کا ہے یہ درجہ مباح مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ اور تیسرا درجہ اشتباک نجوم سے آخر وقت تک کا ہے مگر اشتباک نجوم ہونے پر کراہت تحریمیہ ہو جاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مغرب میں تعجیل مستحب سے فقہاء کی مراد یہی ہے کہ غروب کے

بعد فوراً مغرب کی نماز ادا کرلی جائے ورنہ کراہت تنزیہیہ کی حد میں داخل ہوجائے گی اور خود اس کی حد فقہاء کرام کے نزدیک یہ ہے کہ کسی عذر کے بغیر اتنی تاخیر نہ کی جائے جس میں دو رکعتیں ادا ہوسکیں (اور اس کی تخمینی مقدار تقریباً تین چار منٹ ہوتی ہے) اگر غروب کے بعد دو رکعتوں کی مقدار تاخیر کی گئی تو یہ تاخیر تنزیہی کراہت میں داخل اور خلاف مستحب ہوگی۔

درمختار میں ہے کہ وتاخیره قدر ركعتين يكره تنزيها اس پر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں: افادان المرادبالتعجيل ان لايفصل بين الاذان والاقامة بغير جلسة اوسكتة على الخلاف وان ما في القنية من استثناء التاخيرالقليل محمول على مادون الركعتين وان الزائدعلى القليل الى اشتباك النجوم مكروه تنزيهاومابعده تحريما الابعذر كمامر (ج۱ص۳۶۳)

مغرب کی نماز میں تعجیل مستحب کی حد فقہاء کرام کی ان صریح عبارات سے معلوم ہو جانے کے بعد اسی روشنی میں افطار کے اندر تعجیل مستحب کی حد کا علم بھی ہوجاتا ہے اور چونکہ افطار اور نماز مغرب دونوں متحد الوقت ہیں اس لئے جب نماز مغرب کے وقت میں تین درجے ثابت ہوگئے تو یہی تین درجے افطار میں بھی ثابت ہوجائیں گے، نتیجہ یہ نکلا کہ روزہ میں بھی نماز مغرب کی طرح تعجیل مستحب یہی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد فوراً افطار کرلیا جائے ورنہ دو رکعت کی ادائیگی کی مقدار اس میں تاخیر کرنا کراہت تنزیہیہ پیدا کردے گا اور اگر بغیر عذر کے اشتباک نجوم اور ستاروں کے انبوہ تک افطار کو مؤخر کیا تو یہ تاخیر مکروہ تحریمی ہوگی پس ضروری ہے کہ انما يكره تاخيره الى اشتباك النجوم اور اس کے ہم معنی عبارات میں کراہت سے کراہت تحریمیہ مراد لی جائے جیسا کہ اوپر علامہ شامی رحمہ اللہ نے وقت مغرب کی بحث میں تصریح فرمائی ہے کہ اشتباک نجوم پر جو نماز مغرب کے ادا کرنے کو مکروہ کہا ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے اسی واسطے رسائل ارکان میں مغرب کے بعد افطار کرنے والے کیلئے فرمایا ہے کہ اس کو چاہئے کہ وہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے ہی افطار کرلے اس لئے کہ سنتوں کے بعد افطار کرنے سے تاخیر لازم آجائے گی حالانکہ فرض اور سنتوں کے ادا کرنے میں چھ منٹ ہی اوسطاً خرچ ہوتے ہیں سورج

کے غروب ہوتے ہی مستحب وقت پر اگر فرض اور سنت پڑھ کر افطار کیا جائے تو اتنے عرصہ میں اشتباک نجوم ہرگز نہیں ہوتا (غروب کے بعد تقریباً پندرہ بیس منٹ میں اشتباک نجوم ہوتا ہے) لیکن پھر بھی علامہ بحر العلوم فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص مغرب کے بعد افطار کرے اس کو چاہئے کہ فرض مغرب کے سلام کے بعد ہی افطار کرلے سنن ونوافل کے بعد تک مؤخر نہ کرے'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اشتباک نجوم سے قبل یہی ایک درجہ وقت کا ایسا ہے جس تک افطار کے مؤخر کرنے کو یہ اکابر روکتے اور منع کرتے ہیں۔

اسی طرح علامہ شامی نے جوہجر کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ تعجیل مستحب اشتباک نجوم سے پہلے ہے (ج ۲ص ۱۵۷)اس عبارت میں بھی اشتباک نجوم پر کراہت تحریمیہ کا بتلانا مقصود ہے یہ مطلب نہیں کہ اشتباک نجوم سے قبل کا تمام وقت مستحب ہے یہ مراد ان کی کیا سے ہوسکتی ہے جبکہ خود انہوں نے حلیہ کی اس عبارت پر جس میں انہوں نے مغرب کی فوری ادائیگی کے وقت کے بعد اشتباک نجوم تک مغرب کے ادا کرنے کو مباح کیا تھا تحریر فرمایا ہے کہ: ''صاحب حلیہ کی مراد مباح سے غیر ممنوع ہے اور یہ اباحت کراہت تنزیہیہ کے منافی نہیں ہے'' تو علامہ شامی رحمہ اللہ کے نزدیک اشتباک نجوم سے قبل بھی نماز مغرب کے وقت میں تنزیہی کراہت آجاتی ہے تو پھر ایسے وقت افطار صوم میں تنزیہی کراہت کیوں نہ ہوگی۔

اب علامہ شامی رحمہ اللہ کے منقولہ جزئیہ مذکورہ کا یہ مطلب سمجھنا کیسے صحیح ہوگا کہ اشتباک نجوم سے قبل کا تمام وقت مستحب ہے جبکہ ثابت ہو چکا ہے کہ تعجیل مغرب اور تعجیل افطار دونوں کا حکم ایک ہے اور تعجیل کا مطلب بھی ایک ہے اور مؤطا میں امام محمد رحمہ اللہ سے افطار قبل الصلوۃ اور بعد الصلوۃ دونوں کی جو اجازت منقول ہے اس کا مطلب بھی عبارات فقہیہ کی تشریحات کی روشنی میں یہی ہے کہ تعجیل مستحب کی حد کے بعد جو اباحت ہے وہ تنزیہی کراہت کے ساتھ ہے اور حضرت رسول خدا ﷺ سے حسب روایت کشف الغمہ (بشرطیکہ وہ روایت صحیح ہو جس کی تحقیق نہیں ہوسکی)اگر بعد نماز مغرب روزہ افطار فرمانے کا ثبوت ہوتا ہو اور اسی طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو بعد نماز مغرب افطار کرنا مروی ہے اس سے یہ نتیجہ

نہیں نکلتا کہ اشتباک نجوم تک کا تمام وقت تعجیل مستحب کے اندر داخل ہے بلکہ کبھی کبھی نماز کے بعد افطار کر کے یہ بتلانا مقصود تھا کہ نماز کے بعد بھی افطار کرنا جائز ہے تا کہ نماز سے قبل افطار کرنے کو لوگ واجب نہ سمجھنے لگیں۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واما ماصح ان عمرو عثمان رضي الله عنهما كانا برمضان يصليان المغرب (الحديث) فهولبيان جواز التاخيرلئلا يظن وجوب التعجيل (بذل المجہود ج۳ ص۱۴۲)

اوراس افطار بعداز مغرب کو بیان جواز کیلئے اس وقت کہنے کی ضرورت ہے جبکہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی موقع پر بعد از مغرب افطار فرمایا ہے ورنہ احادیث صحیحہ سے تو حضور ﷺ کا مغرب کی نماز سے پہلے ہی افطار فرمانے کا معمول ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ (جو کہ آستانہ نبوی کے خادم خاص اور دس سال تک آنحضرت ﷺ کے ہمراہ رہے ہیں) فرماتے ہیں: مارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم قط صلى صلوة المغرب حتى يفطر ولوعلى شربة من ماء (ترغیب ص۴۱) واسناده جيد (عینی شرح بخاری ج۱۱ ص۴۷) کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت نے افطار کئے بغیر مغرب کی نماز ادا فرمائی ہو اگر چہ یہ افطار پانی کے ایک گھونٹ پر ہی ہوتا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفطرقبل ان يصلى على رطبات فان لم تكن رطبات فتميرات فان لم تكن تميرات حساحسوات من ماء رواه الترمذى وابوداود (مشکوۃ شریف ج۱ ص۱۷۵) کہ رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز ادا کرنے سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطار فرما لیتے اواگر یہ بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی پی لیتے۔ علامہ قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فيه اشارة الى كمال المبالغة فى تعجيل الفطر۔

مطلب یہ ہے کہ نماز سے قبل جو آنحضرت ﷺ افطار کرنے کا اس درجہ اہتمام فرماتے

تھے کہ اگر کھجور میسر نہ ہوتی تو پانی کے چند چلوؤں سے ہی افطار فرما لیتے تھے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ تعجیل افطار میں کمال مبالغہ ہونا چاہئے ، ان احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں کشف الغمہ کی افطار بعد الصلوٰۃ والی روایت اگر صحیح بھی ہو تو بھی اس کو کسی عذر کے ساتھ مؤول کرنا ضروری ہے یا بیان جواز پر محمول کیا جانا چاہئے ، بہر حال حسب روایات بالا حضور ﷺ کا دائی طرز عمل نماز مغرب سے قبل ہی روزہ افطار فرمانے کا تھا اور کسی وقت اگر بالفرض بعد نماز افطار فرمایا ہو تو وہ یا کسی عذر کی وجہ سے تھا یا پھر بیان جواز کیلئے تھا، یہی حال حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے افطار بعد الصلوٰۃ کا ہے کہ وہ بھی اصلاح عقیدہ اور بیان جواز کیلئے تھا جیسا کہ بذل المجہود کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔

اس جگہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ روایت جس میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے عمل تاخیر افطار کا ذکر ہے اس کا محمل بھی معلوم ہو گیا کہ وہ بھی بیان جواز کیلئے تھا یا پھر وہ کسی عذر کی وجہ سے تاخیر فرماتے تھے جیسا کہ اسی روایت کے تحت میں علامہ قطب الدین حنفی رحمہ اللہ مظاہر حق میں تحریر فرماتے ہیں انہوں نے عمل کیا بیان جواز پر یا کچھ عذر ہوگا، اسی طرح شارح ابوداؤد مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری فرماتے ہیں :

والاحسن ان یحمل عمل ابن مسعود علی السنة وعمل ابی موسی علی بیان الجواز (بذل المجہود ج ۳ ص ۱۴۱)

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان حضرات اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل افطار تاخیر اہل کتاب کے وقت افطار اشتباک نجوم سے پہلے پہلے ہی ہوگا کیونکہ ان جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ وہ اہل کتاب کے افطار کے وقت تک اپنے افطار کو مؤخر فرماتے ہوں لیکن پھر بھی ان حضرات کے عمل کو شارحین حدیث نے بیان جواز پر محمول فرمایا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل تعجیل کو حضور ﷺ کے عمل مبارک سے مؤید فرما کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے عمل پر تصریحاً ترجیح دی ہے، اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ افطار میں تعجیل فرماتے تھے غور کرنے کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ اشتباک نجوم سے قبل کہ تمام وقت کا حکم ایک

نہیں اور یہ تمام وقت تعجیل مستحب کے اندر داخل نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل علم کو مغالطہ ہوگیا ہے دراصل حالت صوم میں تعجیل مغرب اور تعجیل افطار دو حکم جمع ہو جاتے ہیں لیکن حضرت رسول خدا ﷺ اور عامہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تو تعجیل افطار کو اختیار فرمایا ہے (اور نماز سے پہلے افطار فرمانے پر دائی طور پر عمل فرمایا ہے اور اگر آنحضرت ﷺ سے کبھی بعد از مغرب افطار فرمانا ثابت ہو تو وہ بیان جواز کیلئے ہوگا) اور حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما نے حسب روایت مؤطا نماز مغرب میں تعجیل کی فضیلت حاصل کرنے کے خیال سے افطار سے قبل جلدی نماز مغرب کو ادا فرمایا ہے مگر ان کا بھی یہ دائی عمل نہ تھا جیسا کہ بعض اہل علم کو روایت میں کان کے آنے اور کان کی حقیقت پر غور نہ کرنے کی وجہ سے شبہ ہوگیا اور انہوں نے لکھ دیا کہ اس پر خلفاء راشدین کا تعامل دائی نہ تھا بلکہ بیان جواز کیلئے کبھی ایسا بھی کر کے دکھلا دیا۔

جب آنحضرت ﷺ سے افطار قبل الصلوٰۃ پر عمل کرنا دائی طور پر ثابت ہے اور یہی عمل صحابہ کرام کے اندر عام طور پر شائع اور رائج اور معمول تھا تو اب ضروری ہے کہ اسی کو ترجیح دی جائے اور ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں افطار کے وقت عام طور پر کھانے پینے میں مشغولی اس قدر ہونے لگی ہو جس سے نماز مغرب میں تعجیل مطلوب فوت ہو کر تاخیر کی لوگوں کو عادت ہونے لگی ہو تو ان حضرات نے اس کی اصلاح کیلئے کبھی افطار بعد الصلوٰۃ پر عمل فرمالیا ہو تو یہ تاخیر افطار نماز مغرب میں تاخیر کو روکنے اور تعجیل کی فضیلت کے حاصل کرنے کیلئے ہوئی لیکن تاخیر افطار کا جو مطلب اس زمانہ میں سمجھا گیا ہے وہ تو ہرگز ان حضرات کا مقصد نہ تھا کہ افطار تو قبل صلوٰۃ ہی کرتے ہیں مگر غروب کے بعد کافی دیر اور تاخیر سے کرتے ہیں اس صورت میں نہ تو تعجیل افطار پر عمل ہوتا ہے نہ ہی تعجیل صلوٰۃ پر۔

بہرحال نماز مغرب میں تعجیل کی غرض سے افطار کو نماز کے بعد تک مؤخر کرنا تو ان دونوں حضرات کے کبھی کبھی کے عمل سے حسب روایت مؤطا ثابت ہوتا ہے اور اس غرض سے اتنی معمولی تاخیر افطار میں کرنے کا کچھ حرج نہیں بلا وجہ تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور چونکہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما (جن سے افطار بعد از مغرب کا ثبوت روایت ہذا سے ہوتا ہے) ان

حضرات سے مغرب کی نماز کے اندر سورۂ طور کے برابر تلاوت فرمانے کا ثبوت ہی نہیں ،اس لئے تعجب ہوتا ہے کہ بعض اہل علم نے ان دونوں حضرات کو اس روایت کے مضمون میں کیسے شامل کرلیا جس میں آنحضرت ﷺ کا مغرب میں سورۂ طور پڑھنا ثابت ہے مگر اس زمانہ کے مروجہ عمل پر کہ نماز اورافطار دونوں میں تاخیر کی جاتی ہے ان حضرات کے عمل میں کوئی سند نہیں ہے یہ سب تقریر اس وقت ہے جبکہ روایت مؤطاوغیرہ میں افطار بعد الصلوٰۃ سے افطار کے معمولی اور متبادر معنی (روزہ کھولنا) مراد ہوں جس کو افطار اجمالی کہنا مناسب ہے لیکن احتمال یہ بھی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ جن روایات میں افطار بعد الصلوٰۃ کا ذکر ہے ان میں افطار سے طعام شام اور افطار تفصیلی مراد ہوتو اس صورت میں افطا قبل الصلوٰۃ اور افطار بعد الصلوٰۃ کی روایات میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ افطار قبل الصلوٰۃ کی روایات کو افطار اجمالی روزہ کھولنے پر محمول کیا جائے اور افطار بعد الصلوٰۃ سے افطار تفصیلی کھانا کھانا مراد لیا جائے ، اب روایت مؤطا کا مطلب بھی افطار قبل الصلوٰۃ کی روایات کے مطابق یہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرات مختصر طریقہ پر کھجور یا پانی سے افطار اجمالی قبل از مغرب فرمالیتے ہوں اور بعد نماز مغرب تفصیلی افطار کرتے اور طعام کے تناول فرمانے میں مشغول ہوتے ہوں ۔تعلیق الممجد میں ہے: اولان الافطار المتعارف عندهم ان یتعشوا بطعامهم (تعلیق ص ۱۸۸)

اور اس سے مقصد اس طریقہ کی اصلاح جس کی وجہ سے کھانے پینے میں مشغولی کے سبب نماز مغرب میں تعجیل مستحب فوت ہونے کی عادت ہونے لگی ہو جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور افطار کے یہ معنی طعام شام اس حدیث سے بھی مستفاد ہوتے ہیں جس میں حضور ﷺ نے روزہ کھلوانے پر مغفرت ذنوب اور دوزخ سے آزادی کی بشارت دی ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے یہ بشارت سن کر عرض کیا لیس کلنا نجدما نفطر به الصائم ہم سب کے پاس اس قدر کہاں ہے کہ روزہ دار کو اس کے ساتھ افطار کرادیں ،تو ان حضرات صحابہ کرام نے افطار سے شام کا کھانا مراد لیا تب ہی تو اشکال ہوا ورنہ ایک گھونٹ لسی یا ایک کھجور اور ایک گھونٹ پانی کے ساتھ روزہ کھلوادینے سے اس ثواب عظیم کے حاصل کرنے کی ہمت

کرنے کوتو وہ سب حضرات تیار تھے چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے افطار کے وہ معنی خلاف متعارف ان کو بتلا دیئے کہ یہ ثواب تو کسی کھجور وغیرہ سے افطار کرانے پر بھی ملتا ہے تو پھر کسی نے ناداری کا عذر پیش نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک افطار کے متعارف معنی شام کے وقت پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے تھے اسی لئے تعلیق المجد میں فرمایا ہے: اولان الافطار المتعارف عندھم ان یتعشوا بطعامھم (ص ۱۸۸)

چونکہ حضور ﷺ اور عام طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل دائمی طور پر افطار قبل الصلوٰۃ کا ہے اس لئے حضرت عمر وعثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق کانا یفطران بعد الصلوۃ کا عمل جب سامنے آیا تو اس کے مختلف جوابات دیئے گئے اور اس کی متعدد توجیہات علماء کرام کو کرنے کی ضرورت پیش آئی اپنی بساط کے موافق جن کی تفصیل شرح وسط کے ساتھ گذر چکی ہے، والحمد للہ علی ذلک۔

اس عادت مستمرہ کی بنا پر نماز سے قبل افطار کرنے کو حضرات فقہاء کرام نے تصریحاً مستحب فرمایا ہے علامہ طحطاوی شرح مراقی میں فرماتے ہیں: ویستحب الافطار قبل الصلوٰۃ (۳۹۷) یعنی نماز سے پہلے افطار کرنا مستحب ہے، اسی طرح عالمگیریہ میں ہے و تعجیل الافطار افضل فیستحب ان یفطر قبل الصلوٰۃ (ج ۱ص ۲۰۲) یعنی افطار میں جلدی کرنا افضل ہے لہٰذا نماز سے پہلے افطار کرنا مستحب ہے۔

تحقیق

جب تحقیق بالا سے یہ امر ثابت ہو چکا کہ افطار میں افضل یہی ہے کہ قبل الصلوٰۃ ہو اور اسی کو فقہا نے مستحب لکھا ہے تو اب اگر کسی موقع پر آنحضرت ﷺ یا کسی صحابی سے نماز کے بعد افطار کرنا ثابت ہو تو وہ کسی عارض کی وجہ سے ہوگا یا جواز حد اباحت کے بیان کرنے کیلئے ہوگا، اب اس کو امت کیلئے اس طرح تو پیش کیا جا سکتا ہے کہ کسی عذر کی وجہ سے اس پر عمل جائز ہے اور بغیر عذر کے بھی اگر کوئی شخص اس پر عمل کرے گا تو وہ عمل جواز کی حد اور اباحت کے دائرہ میں رہیگا اور عامل کراہت تحریمیہ کا مرتکب نہ ہوگا بشرطیکہ اشتباک نجوم تک افطار کو موخر نہ کیا ہو اگر چہ

بغیر عذر ایسا کرنا ترک اولیٰ ہونے کی وجہ سے ثواب میں کمی کا باعث ہوگا مگر اس پر عمل کرنے کیلئے عام حالات میں لوگوں کو دعوت و تبلیغ نہیں کی جاسکتی اس کی ایک نظیر وضو ہے کہ حضور ﷺ نے کسی وقت اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا ہے اور کسی وقت دو دو مرتبہ دھونا ثابت ہے لیکن یہ عمل چونکہ بیان جواز کے طور پر تھا اس لئے اس کی بھی تبلیغ عام طور پر نہیں کی جاتی، عام تبلیغ تو ایسے عمل کی کی جاتی ہے جس کی ترغیب حضرت شارع علیہ السلام نے فرمائی ہو اور وہ شریعت کا مقصود ہو جیسا کہ وضو میں ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا شارع کی عادت مستمرہ اور دائمی عمل تھا اور اس قولی ترغیب سے معلوم ہوا کہ یہ عمل مقصود شریعت اور مستحب ہے اس لئے اس کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی جائیگی اور اس پر عمل کی ترغیب دی جائے گی، اسی طرح افطار قبل الصلوۃ پر آنحضرت ﷺ کا عمل دائمی طور پر تھا اور نماز کے بعد اگر افطار فرمانا آپ ﷺ سے ثابت ہو تو کسی وقت بیان جواز کیلئے آپ ﷺ نے ایسا کیا ہوگا یا کچھ اور عذر ہوگا اس لئے افطار قبل الصلوۃ ہی مستحب اور مقصود شریعت ہے اسی کی ترغیب اور ترویج میں سعی اور کوشش کی جانی چاہئے اور کہنا چاہئے کہ کھجور یا پانی سے اذان کے ساتھ ہی افطار کرلیں اور افطار کا کھانا نماز کے بعد کھائیں۔

تنبیہ

حضور ﷺ جس عمل کو بیان جواز کیلئے کرتے تھے آپ کو اس پر پورا ثواب عنایت ہوتا تھا کیونکہ آپ ﷺ کا مقام اور منصب بیان تشریع ہے اور آپ ﷺ اس بیان کے مامور تھے اس لئے اس کے بیان میں اتباع امر الٰہی کے باعث آپ ﷺ رخصت پر عمل فرما کر بھی عزیمت پر عمل کرنے کے برابر مکمل ثواب کے مستحق ہوتے تھے اور آپ ﷺ کے ثواب میں عزیمت پر عمل کے ترک کے باعث ذرہ بھر کمی نہیں آتی تھی اس لئے خوب یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کسی موقع پر حضور ﷺ سے بیان جواز کیلئے نماز کے بعد افطار فرمانا ثابت ہو تو آنحضرت ﷺ کو اس افطار بعد الصلوۃ میں بھی تعجیل مستحب یعنی نماز سے قبل افطار کرنے کے برابر ثواب ملا ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے بحث وضو میں فرمایا ہے: كما توضا صلى الله عليه وسلم مرة مرة في بعض الاوقات بيانا للجواز وكان في ذلك الوقت افضل في حقه

صلی اللہ علیہ وسلم لان البیان واجب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم (نووی ج۱ ص۳۴۴، فتح الملہم ج اص۱۰۴) مگر یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص ہے دوسرا کوئی شخص بغیر عذر اگر اس پر عمل کرے گا تو اس کے ثواب میں کمی آجائے گی۔

ایک استدلال پر نظر

اب رہ گئی صحیحین کی وہ روایت جس میں مغرب کی نماز کے اندر حضور ﷺ کے سورۂ طور پڑھنے کا ذکر ہے اس کو کشف الغمہ کی اس روایت کے ساتھ جس میں بعد المغرب افطار کا ذکر کیا گیا ہے (اگر وہ روایت صحیح ہو ورنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت اس کے صریح معارض ہے جس میں تصریح ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو ہمیشہ نماز مغرب سے پہلے ہی افطار کرتے دیکھا ہے) ملا کر یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ تمام وقت تعجیل مستحب کے اندر ہے یہ استدلال بوجوہ ذیل مفید مدعا نہیں:

اول تو جن طویل سورتوں کا مغرب میں پڑھنا ثابت ہے اس کے متعلق یہ توجیہ کی گئی ہے کہ ممکن ہے آپ نے ان سورتوں کا کچھ حصہ پڑھا ہو پوری سورت نہ پڑھی ہو قال الکرمانی یحتمل ان یراد بالسورۃ بعضھا والیہ مال الطحاوی (حاشیہ بخاری ج اص۱۰۵) اور قرأ فی المغرب بالطور کے نیچے بین السطور محشی تحریر فرماتے ہیں: یجوز ان یرید بھا بعضھا ۱۲ الطحاوی (بخاری شریف ج اص ۱۰۵)

دوسرے یہ کہ سورۂ طور اگر پوری بھی پڑھی ہو تو یہ کیسے ثابت ہوا کہ جس دن کی مغرب میں آپ ﷺ نے سورۂ طور پڑھی تھی اس روز آپ ﷺ کو روزہ تھا اس لئے کہ یہ روایت حضرت جبیر بن مطعم کی ہے جبکہ وہ بدر کے قیدیوں کا فدیہ لے کر آئے تھے اور اب تک مسلمان بھی نہ ہوئے تھے وہ کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ کو مغرب میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا تو میرا دل اڑنے لگا جنگ بدر ۱۷ یا ۱۸ رمضان کو ہوئی تھی تو وہ فدیہ قیدیوں کا رمضان کے بعد ہی لائے تھے اس وقت آپ ﷺ کا روزہ کہاں ثابت ہوا اور اگر یہ بھی ثابت ہو جائے کہ اس دن آپ ﷺ روزہ سے تھے تو یہ کس دلیل سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے وہ روزہ بعد از نماز مغرب افطار فرمایا تھا کیونکہ نہ تو مغرب کی نماز میں سورۂ طور کا پڑھنا آپ ﷺ کا دائمی عمل تھا

اور نہ ہی افطار بعد از نماز مغرب آپ کی عادت مستمرہ تھی ،تو یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ جس دن کی مغرب میں آپ ﷺ نے سورۂ طور پڑھی ہو اس دن یا تو آپ ﷺ کا روزہ ہی نہ ہو یا روزہ تو ہو مگر اس کو نماز سے پہلے افطار فرمالیا ہو جیسا کہ اکثر آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی اور جس دن کے روزہ کو آپ ﷺ نے بعد نماز مغرب افطار فرمایا ہو اس دن کی مغرب میں آپ ﷺ نے سورۂ طور نہ پڑھی ہو، بہر حال جب تک کسی دلیل صحیح سے یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے جس دن کی مغرب میں سورۂ طور یا اس کے برابر کوئی دوسری سورت پڑھی ہے (اگر پوری سورت کا پڑھنا تسلیم کرلیا جائے) اس دن آپ ﷺ کو روزہ تھا اور پھر یہ نہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ روزہ آپ ﷺ نے نماز مغرب کے بعد افطار فرمایا تھا اس وقت تک تو صرف اتنی بات بھی ثابت نہیں ہوسکتی کہ مغرب میں سورۂ طور کے برابر تلاوت فرما کر آنحضرت ﷺ نے کبھی روزہ کو افطار فرمایا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ مدعا تو کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ تعجیل مستحب کا وقت اتنا لمبا اور طویل ہے کہ اس میں سورۂ طور کے برابر قراءت کے ساتھ مغرب ادا کر کے بھی افطار کیا جا سکتا ہے اور پھر بھی یہ افطار تعجیل مستحب کے دائرہ کے اندر ہی رہتا ہے۔

غور کرنا چاہئے کہ جب احادیث سے مغرب کی نماز کے اندر دوسری چھوٹی سورتوں کا پڑھنا حضور ﷺ سے بکثرت ثابت ہے اسی وجہ سے قصار مفصل کے پڑھنے کو فقہاء نے مغرب کی نماز میں مستحب فرمایا ہے اور نماز مغرب سے قبل روزہ کے افطار کرنے پر بھی آنحضرت ﷺ کا دائمی عمل تھا اور اس کے مستحب ہونے پر بھی فقہاء کی تصریحات اوپر گذر چکی ہیں تو اب کسی خاص دن کی مغرب کی نماز کے اندر طویل سورت قراءت کرنے (جو کبھی بیان جواز اور وقت مغرب کے طول کو بیان کرنے کیلئے کی گئی ہوگی) اور کسی خاص دن کے افطار بعد الصلوٰۃ (بالفرض اگر وہ ثابت ہو) دونوں کو ملا کر تعجب ہوتا ہے کہ اس سے یہ نتیجہ کیسے نکال لیا گیا کہ نماز مغرب میں سورۂ طور کے برابر تلاوت کے بعد افطار فرمایا گیا ہے اور یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے کہ مختلف اوقات کے ان دو واقعات کو ملا کر افطار کے مستحب وقت کے طویل ہونے پر استدلال کیا گیا ہے اس استحباب کے اثبات کیلئے استدلال مذکور کی صحت اول تو دو امروں کے ثبوت پر

موقوف ہے ایک تو یہ کہ دائمی طور پر طویل سورتوں کا مغرب میں پڑھنا آنخضرت ﷺ سے ثابت ہو دوسرے بعد از مغرب افطار کرنا آپ ﷺ کا دائمی عمل ہو، جب تک یہ دونوں امور دائمی طور پر ثابت نہ ہوں اس وقت تک افطار کے مستحب وقت کا اس قدر طویل ہونا ثابت نہیں ہوسکتا جس کا دعویٰ کیا گیا ہے کیونکہ ایک آدھ مرتبہ ایسا واقعہ ہوا بھی ہو کہ سورۂ طور کے برابر تلاوت کرنے کے بعد حضور ﷺ نے افطار فرمایا ہو تو اس میں بیان جواز و اباحت کے احتمال ہونے کے ساتھ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کو آنخضرت ﷺ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے کیونکہ آپ ﷺ کیلئے وقت قلیل میں قراءت کثیرہ بعید نہیں جیسا کہ داؤد علیہ السلام کیلئے حدیث میں آیا ہے کہ گھوڑا کسنے کا حکم دیتے اور کسنے تک زبور ختم کر لیتے اگر کسی دن کی مغرب میں سورۂ طور پڑھنے سے یہ استدلال صحیح ہے کہ مغرب میں سورۂ طور کے برابر تلاوت کرنے کے بعد بھی افطار کرنا تعجیل مستحب کے دائرہ میں ہے تو پھر نا معلوم آنخضرت ﷺ کے مغرب کی نماز میں سورۂ اعراف کے تلاوت فرمانے سے یہ استدلال کیوں کیا گیا کہ مغرب میں سورۂ اعراف کے برابر تلاوت کرنے کے بعد بھی افطار کرنا تعجیل مستحب کے دائرہ میں ہے باوجودیکہ سورۂ اعراف سورۂ طور سے بہت طویل ہے اگر اس سے استدلال کیا جاتا تو مقصود کے زیادہ موافق ہوتا اگرچہ حقیقت میں وہ بھی مثبت مدعا نہ ہوتا، کما ذکر مفصلاً۔

تعجیل افطار اور اسی طرح تاخیر سحور کا مسئلہ حضرات اکابر صوفیا رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی معمول بہا اور ان کے کلام میں بھی مذکور ہے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) اور افطار میں جلدی کرنا اور سحری کو دیر سے کھانا سنت ہے اس بارہ میں آنخضرت ﷺ بڑا مبالغہ کرتے تھے اور شاید سحری کی تاخیر اور افطار کی جلدی میں اپنے عجز و احتیاج کا اظہار ہے جو مقام بندگی کے مناسب ہے اور کھجور یا چھوہارے سے افطار کرنا سنت ہے (مکتوب ج۱ ص۴۵)

حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کی اس عبارت میں تعجیل افطار اور سحری کی تاخیر کے اندر

آنحضرت ﷺ کے مبالغہ فرمانے کا ذکر ہے اس پر خاص غور کیا جائے اور تعجیل افطار اور تاخیر سحور میں جو حکمت حضرت نے بیان فرمائی ہے یہ انہی حضرات کا حصہ ہے جن کو مقام عبدیت سے نوازا گیا ہے۔

افادہ

اب آخر میں ایک ایسی تحریر پیش کر کے اس مسئلہ تعجیل افطار کو ختم کیا جاتا ہے جس کے تسلیم کرنے اور حجت ہونے میں ان حضرات کو بھی مجال گفتگو نہیں ہو سکتی جو شیعہ اثرات سے متاثر ہونے کی وجہ سے افطار صوم میں تاخیر کر کے خواہ مخواہ مسلمانوں میں اختلاف اور خلفشار کا سبب بن جاتے ہیں۔

فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب اس سوال کے جواب میں کہ دعا افطار اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت افطار سے پہلے پڑھی جائے یا افطار کے بعد پڑھنی چاہئے تحریر کرتے ہیں:

''اگر عمرو بعد غروب شمس یہ دعائیں پڑھ کر افطار کرے اور زید بعد غروب فوراً افطار کر کے پڑھے تو دیکھنا چاہئے کہ ان میں کس کا فعل اللہ عزوجل کو زیادہ محبوب ہے حدیث شاہد عدل ہے کہ فعل زید زیادہ پسند حضرت جل وعلا ہے کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ان احب عبادی الی اعجلھم فطرا مجھے اپنے بندوں میں سے وہ زیادہ پیارا ہے جو ان میں سب سے زیادہ جلد افطار کرتا ہے، شک نہیں کہ صورت مذکورہ میں زید کا افطار جلد تر ہوا تو یہی طریقہ زیادہ پسندیدہ ومرضی رب اکبر ہوا جل جلالہ عم نوالہ...... عادت کریمہ تھی کہ غروب کے قریب کسی کو حکم فرماتے کہ بلندی پر جا کر آفتاب کو دیکھتا رہے وہ نظر کرتا ہوتا اور حضور اقدس ﷺ اس کی خبر کے منتظر ہوتے ادھر اس نے عرض کی کہ سورج ڈوبا ادھر حضور والا ﷺ نے خرما وغیرہ تناول فرمایا''۔

اس کے بعد حدیث سہل اور حدیث ابوالدرداء کو جس کا ترجمہ اوپر کیا گیا ہے حاکم اور طبرانی کبیر سے بالفاظہ نقل کرنے کے بعد کشف الغمہ سے نقل کرتے ہیں: کانت عائشة رضی اللہ عنھا تقول رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھوصائم

یترصد غروب الشمس بتمرۃ فلما توارت القاھا فی فیہ۔ اس کے بعد لکھتے ہیں یہ تینوں حدیثیں بھی اس تقدیم افطار کا پتہ دیتی ہیں کہ اخبار وافطار میں اصلاً فصل نہ تھا کما لا یخفی (العروس المعطار فی زمن دعوت الافطار ص ۷،۸،۹)

فاضل بریلوی اتنی تاخیر کو بھی پسند نہیں کرتے کہ غروب کے بعد مختصر طور پر دعا افطار پڑھ کر افطار کیا جائے بلکہ ان کے نزدیک پسندیدہ رب العزت یہ ہے کہ غروب کے بعد فوراً افطار کرلیا جائے افطار کے بعد دعا پڑھی جائے، افطار میں تاخیر کرنے والوں اوران لوگوں کو ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہئے جن کو غروب ہوجانے کے باوجود بھی افطار کے وقت ہونے میں شک ہی رہتا ہے اوراس شک کو مٹانے کیلئے غروب کے بعد دس بارہ منٹ تک تاخیر کرکے افطار کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ کی اس بدعت تعجیل سحر اور تاخیر افطار کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے:

من البدع المنکرۃ ماا حدث فی ھذاالزمان من ایقاع الاذان الثانی قبل الفجربنحوثلث ساعۃ فی رمضان واطفاء المصابیح التی جعلت علامۃ لتحریم الاکل والشرب لمن یریدالصیام زعما ممن احدثہ انہ للاحتیاط فی العبادۃ ولا یعلم بذلک الا احاد الناس وقد جرھم ذلک الی ان صاروا لایؤذنون الابعدالمغرب بدرجۃ لتمکین الوقت زعموا فاخروا الفطر وعجلواالسحوروخالفواالسنۃ فلذالک قل عنھم الخیروکثرفیھم الشرواللہ المستعان۔

(بذل المجہود ج ۳ ص ۱۴۱، زرقانی علی المؤطا ج ۲ ص ۱۵۸)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

روزہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟

برکت والا مہینہ

ان شاء اللہ چند روز کے بعد رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے، اور کون مسلمان ایسا ہوگا جو اس مہینے کی عظمت اور برکت سے واقف نہ ہو اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ اپنی عبادت کیلئے بنایا ہے اور نہ معلوم کیا کیا رحمتیں اللہ تعالیٰ اس مہینے میں اپنے بندوں کی طرف مبذول فرماتے ہیں ہم اور آپ ان رحمتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اس مہینے کے اندر بعض اعمال ایسے ہیں جن کو ہر مسلمان جانتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے مثلاً اس ماہ میں روزے فرض ہیں۔ الحمد للہ مسلمانوں کو روزہ رکھنے کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اور تراویح کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ سنت ہے، اور مسلمانوں کو اس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اس وقت اور پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ رمضان المبارک کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ اس میں روزے رکھے جاتے ہیں اور رات کے وقت تراویح پڑھی جاتی ہے اور بس، اس کے علاوہ اور کوئی خصوصیت نہیں اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دونوں عبادتیں اس مہینے کی بڑی اہم عبادات میں سے ہیں لیکن بات صرف یہاں تک ختم نہیں ہوتی بلکہ درحقیقت رمضان المبارک ہم سے اس سے زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے اور قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (سورہ الذاریات ۵۶) یعنی میں نے جنات اور انسانوں کو صرف ایک کام کیلئے پیدا کیا وہ یہ کہ میری عبادت کریں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد یہ بتایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

کیا فرشتے کافی نہیں تھے؟

یہاں بعض لوگوں کو خاص کر نئی روشنی کے لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر انسان کی تخلیق کا

مقصد صرف عبادت تھا تو اس کام کیلئے انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کام تو فرشتے پہلے سے بہت اچھی طرح انجام دے رہے تھے؟ اور وہ اللہ کی عبادت تسبیح اور تقدیس میں لگے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمانے کا ارادہ کیا اور فرشتوں کو بتایا کہ میں اس طرح کا ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں تو فرشتوں نے بے ساختہ یہ کہا کہ آپ ایک ایسے انسان کو پیدا کر رہے ہیں جو زمین میں فساد مچائے گا اور خون ریزی کرے گا اور عبادت تسبیح وتقدیس ہم انجام دے رہے ہیں ......اسی طرح آج بھی اعتراض کرنے والے یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ اگر انسان کی تخلیق کا مقصد صرف عبادت ہوتا تو اس کیلئے انسان کو پیدا کرنے کی ضرورت نہیں تھی یہ کام تو فرشتے پہلے ہی سے انجام دے رہے ہیں۔

فرشتوں کا کوئی کمال نہیں

بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے لیکن ان کی عبادت بالکل مختلف نوعیت کی تھی اور انسان کے سپرد جو عبادت کی گئی وہ بالکل مختلف نوعیت کی تھی اس لئے کہ فرشتے جو عبادت کر رہے تھے ان کے مزاج میں اس کے خلاف کرنے کا امکان ہی نہیں ہے وہ اگر چاہیں کہ عبادت نہ کریں تو ان کے اندر عبادت چھوڑنے کی صلاحیت نہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر سے گناہ کرنے کا امکان ہی ختم فرمادیا اور نہ انہیں بھوک لگتی ہے نہ ان کو پیاس لگتی ہے، اور نہ ان کے اندر شہوانی تقاضہ پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کے دل میں گناہ کا وسوسہ بھی نہیں گزرتا گناہ کی خواہش اور گناہ پر اقدام تو دور کی بات ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت پر کوئی اجر وثواب نہیں رکھا کیونکہ اگر فرشتے گناہ نہیں کر رہے ہیں تو اس میں ان کو کوئی کمال نہیں اور جب کوئی کمال نہیں تو پھر جنت والا اجر وثواب بھی مرتب نہیں ہوگا۔

نابینا کا بچنا کمال نہیں

مثلاً ایک شخص بینائی سے محروم ہے جس کی وجہ سے ساری عمر اس نے نہ کبھی فلم دیکھی نہ کبھی ٹی وی دیکھا اور نہ کبھی غیر محرم پر نگاہ ڈالی بتایئے کہ ان گناہوں کے نہ کرنے میں اس کا کیا کمال ظاہر ہوا؟ اس لئے کہ اس کے اندر ان گناہوں کے کرنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ لیکن ایک

دوسرا شخص جس کی بینائی بالکل ٹھیک ہے جو چیز چاہے دیکھ سکتا ہے لیکن دیکھنے کی صلاحیت موجود ہونے کے باوجود جب کسی غیر محرم کی طرف دیکھنے کا تقاضہ دل میں پیدا ہوتا ہے وہ فوراً صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے نگاہ نیچی کر لیتا ہے اب بظاہر دونوں گناہوں سے بچ رہے ہیں لیکن دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے پہلا شخص بھی گناہ سے بچ رہا ہے اور دوسرا بھی گناہ سے بچ رہا ہے لیکن پہلے شخص کا گناہ سے بچنا کوئی کمال نہیں اور دوسرے شخص کا گناہ سے بچنا کمال ہے۔

یہ عبادت فرشتوں کے بس میں نہیں ہے

لہٰذا اگر ملائکہ صبح سے شام تک کھانا نہ کھائیں تو یہ کوئی کمال نہیں اس لئے کہ انہیں بھوک ہی نہیں لگتی اور انہیں کھانے کی حاجت ہی نہیں لہٰذا ان کے نہ کھانے پر کوئی اجر وثواب بھی نہیں لیکن انسان ان تمام حاجتوں کو لے کر پیدا ہوا ہے لہٰذا کوئی انسان کتنے ہی بڑے سے بڑے مقام پر پہنچ جائے حتیٰ کہ سب سے اعلیٰ مقام یعنی نبوت پر پہنچ جائے تب بھی وہ کھانے پینے سے مستغنی نہیں ہوسکتا چنانچہ کفار نے انبیاء علیہم السلام پر یہی اعتراض کیا کہ ما لھذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الاسواق (سورۃ الفرقان ۷)

یعنی یہ رسول کیسے ہیں جو کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں تو کھانے کا تقاضہ انبیاء کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے اب اگر انسان کو بھوک لگ رہی ہے لیکن اللہ کے حکم کی وجہ سے کھانا نہیں کھا رہا ہے تو یہ کمال کی بات ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک ایسی مخلوق پیدا کر رہا ہوں جس کو بھوک بھی لگے گی پیاس بھی لگے گی اور اس کے اندر شہوانی تقاضے بھی پیدا ہوں گے اور گناہ کرنے کے داعیے بھی ان کے اندر پیدا ہوں گے لیکن جب گناہ کا داعیہ پیدا ہوگا اس وقت وہ مجھے یاد کر لے گا اور مجھے یاد کر کے اپنے نفس کو اس گناہ سے بچا لے گا اس کی یہ عبادت اور گناہ سے بچنا ہمارے یہاں قدر و قیمت رکھتا ہے اور جس کا اجر وثواب اور بدلہ دینے کیلئے ہم نے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے جس کی صفت عرضھا السمٰوٰت والارض ہے اس لئے کہ اس کے دل میں داعیہ اور تقاضہ ہو رہا ہے اور خواہشات پیدا ہو رہی ہیں اور گناہ کے محرکات سامنے آرہے ہیں لیکن یہ انسان ہمارے خوف اور ہماری عظمت کے تصور

سے اپنی آنکھ کو گناہ سے بچالیتا ہے اپنے کان کو گناہ سے بچالیتا ہے اپنی زبان کو گناہ سے بچالیتا ہے اور گناہوں کی طرف اٹھتے ہوئے قدموں کو روک لیتا ہے تاکہ میرا اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے یہ عبادت فرشتوں کے بس میں نہیں تھی اس عبادت کیلئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال

حضرت یوسف علیہ السلام کو جو فتنہ زلیخا کے مقابلے میں پیش آیا کون مسلمان ایسا ہے جو اس کو نہیں جانتا قرآن کریم کہتا ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی اس وقت زلیخا کے دل میں بھی گناہ کا خیال پیدا ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی گناہ کا خیال آ گیا عام لوگ تو اس سے حضرت یوسف علیہ السلام پر اعتراض اور ان کی تنقیص بیان کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم یہ بتلانا چاہتا ہے کہ گناہ کا خیال آجانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خوف اور ان کی عظمت کے استحضار سے اس گناہ کے خیال پر عمل نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرلیا لیکن اگر گناہ کا خیال بھی دل میں نہ آتا اور گناہ کرنے کی صلاحیت ہی نہ ہوتی اور گناہ کا تقاضہ ہی پیدا نہ ہوتا تو پھر ہزار مرتبہ زلیخا گناہ کی دعوت دے اس سے بچنے میں کمال کی تو کوئی بات نہیں تھی کمال تو یہی تھا کہ گناہ کی دعوت دی جارہی ہے اور ماحول بھی موجود حالات بھی سازگار اور دل میں خیال بھی آرہا ہے لیکن ان سب چیزوں کے باوجود اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر کے فرمایا کہ معاذ اللہ (سورہ یوسف ۲۴) کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یہ عبادت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا۔

ہماری جانوں کا سودا ہو چکا ہے

جب انسان کا مقصد تخلیق عبادت ہے تو اس کا تقاضہ یہ تھا کہ جب انسان دنیا میں آئے تو صبح سے لے کر شام تک عبادت کے علاوہ کوئی اور کام نہ کرے اور اس کو دوسرے کام کرنے کی اجازت نہ ہونہ چاہئے چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم نے فرمایا کہ: ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنة (سورة التوبہ ۱۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے اور اس کا معاوضہ یہ مقرر فرمایا کہ آخرت میں

ان کو جنت ملے گی جب ہماری جانیں بک چکی ہیں تو یہ جانیں جو ہم لئے بیٹھے ہیں وہ ہماری نہیں ہیں بلکہ بکا ہوا مال ہے اس کی قیمت لگ چکی ہے جب یہ جان اپنی نہیں ہے تو اس کا تقاضہ یہ تھا کہ اس جان اور جسم کو سوائے اللہ کی عبادت کے دوسرے کام میں نہ لگایا جائے لہٰذا اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تمہیں صبح سے شام تک دوسرے کام کرنے کی اجازت نہیں بس صرف سجدے میں پڑے رہا کرو اور اللہ اللہ کیا کرو دوسرے کاموں کی اجازت نہیں نہ کمانے کی اجازت ہے نہ کھانے کی اجازت ہے تو یہ حکم انصاف کے خلاف نہ ہوتا اس لئے کہ پیدا ہی عبادت کے لئے کیا گیا ہے۔

ایسے خریدار پر قربان جایئے

لیکن قربان جایئے ایسے خریدار پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جان و مال کو خرید بھی لیا اور اس کی قیمت بھی پوری لگا دی یعنی جنت پھر وہ جان و مال ہمیں واپس بھی لوٹا دیا کہ یہ جان و مال تم اپنے پاس رکھ لو اور ہمیں اس بات کی اجازت دے دی کہ کھاؤ پیو کماؤ اور دنیا کے کاروبار کرو بس پانچ وقت کی نماز پڑھ لیا کرو اور فلاں فلاں چیزوں سے پرہیز کرو باقی جس طرح چاہو کرو یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت اور عنایت ہے۔

اس ماہ میں اصل مقصد کی طرف آجاؤ

اللہ تعالیٰ بھی جانتے تھے کہ جب یہ انسان دنیا کے کاروبار اور کام دھندوں میں لگے گا تو رفتہ رفتہ اس کے دل پر غفلت کے پردے پڑ جایا کریں گے اور دنیا کے کاروبار اور دھندوں میں کھو جائے گا تو اس غفلت کو دور کرنے کیلئے وقتاً فوقتاً کچھ اوقات مقرر فرما دیئے ہیں ان میں سے ایک رمضان المبارک کا مہینہ ہے اس لئے کہ سال کے گیارہ مہینے تو آپ تجارت میں زراعت میں مزدوری میں اور دنیا کے کاروبار اور دھندوں میں کھانے کمانے اور ہنسنے بولنے میں لگے رہے اور اس کے نتیجے میں دلوں پر غفلت کا پردہ پڑنے لگتا ہے اس لئے ایک مہینہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے مقرر فرما دیا کہ اس مہینے میں تم اپنے اصل مقصد تخلیق یعنی عبادت کی طرف لوٹ کر آؤ جس کیلئے تمہیں دنیا میں بھیجا گیا اور جس کیلئے تمہیں پیدا کیا گیا اس ماہ میں اللہ کی عبادت میں لگو اور گیارہ مہینے

تک تم سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں ان کو بخشواؤ اور دل کی صلاحیتوں پر جو میل آ چکا ہے اس کو دھلواؤ اور دل میں جو غفلت کے پردے پڑ چکے ہیں ان کو اٹھواؤ اس کام کیلئے ہم نے یہ مہینہ مقرر کیا ہے۔

رمضان کے معنی

لفظ رمضان میم کے سکون کے ساتھ ہم غلط استعمال کرتے ہیں صحیح لفظ رمضان میم کے زبر کے ساتھ ہے اور رمضان کے لوگوں نے بہت سے معنی بیان کئے ہیں لیکن اصل عربی زبان میں رمضان کے معنی ہیں جھلسا دینے والا اور جلا دینے والا اور اس ماہ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ سب سے پہلے جب اس ماہ کا نام رکھا جا رہا تھا اس سال یہ مہینہ شدید جھلسا دینے والی گرمی میں آیا تھا اس لیے لوگوں نے اس کا نام رمضان رکھ دیا۔

اپنے گناہوں کو بخشوالو

لیکن علماء نے فرمایا کہ اس ماہ کو رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے فضل وکرم سے بندوں کے گناہوں کو جھلسا دیتے ہیں اور جلا دیتے ہیں اس مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ مقرر فرمایا گیارہ مہینے دنیاوی کاروبار دنیاوی دھندوں میں لگے رہنے کے نتیجے میں غفلتیں دل پر چھا گئیں اور اس عرصہ میں جن گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب ہوا ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر انہیں بخشوالو اور غفلت کے پردوں کو دل سے اٹھا دو تاکہ زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے اس لئے قرآن کریم نے فرمایا کہ یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (سورۃالبقرہ۱۸۳) یعنی یہ روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے تو رمضان کے مہینے کا اصل مقصد یہ ہے کہ سال بھر کے گناہوں کو بخشوانا اور غفلت کے حجاب دل سے اٹھانا اور دلوں میں تقویٰ پیدا کرنا جیسے کسی مشین کو جب کچھ عرصہ استعمال کیا جائے تو اس کے بعد اس کی سروس کرانی پڑتی ہے اس کی صفائی کرانی ہوتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی سروس اور اوور ہالنگ کیلئے یہ رمضان المبارک کا مہینہ مقرر فرمایا ہے تاکہ اس مہینے میں اپنی صفائی کراؤ اور اپنی زندگی کو ایک نئی شکل دو۔

اس ماہ کو فارغ کرلیں

لہٰذا صرف روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کی حد تک بات ختم نہیں ہوتی بلکہ اس مہینے کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس مہینے میں دوسرے کاموں سے فارغ کرلے اس لئے کہ گیارہ مہینے تک زندگی کے دوسرے کام دھندوں میں لگے رہے لیکن یہ مہینہ انسان کے لئے اس کی اصل مقصد تخلیق کی طرف لوٹنے کا مہینہ ہے اس لئے اس مہینے کے تمام اوقات ورنہ کم از کم اکثر اوقات یا جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے اللہ کی عبادت میں صرف کرے اور اس کیلئے انسان کو پہلے سے تیار ہونا چاہئے اور اس کا پہلے سے پروگرام بنانا چاہئے۔

استقبال رمضان کا صحیح طریقہ

آج کل عالم اسلام میں ایک بات چل پڑی ہے جس کی ابتداء عرب ممالک خاص کر مصر اور شام سے ہوئی اور پھر دوسرے ملکوں میں بھی رائج ہوگئی اور ہمارے یہاں بھی آگئی ہے وہ یہ ہے کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے کچھ محفلیں منعقد ہوتی ہیں جس کا نام محفل استقبال رمضان رکھا جاتا ہے، جس میں رمضان سے ایک دو دن پہلے ایک اجتماع منعقد کیا جاتا ہے اور اس میں قرآن کریم اور تقریر اور وعظ رکھا جاتا ہے جس کا مقصد لوگوں کو یہ بتلانا ہوتا ہے کہ ہم رمضان المبارک کا استقبال کر رہے ہیں اور اس کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ رمضان المبارک کے استقبال کا یہ جذبہ بہت اچھا ہے لیکن یہی اچھا جذبہ جب آگے بڑھتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد بدعت کی شکل اختیار کر لیتا ہے چنانچہ بعض جگہوں پر اس استقبال کی محفل نے بدعت کی شکل اختیار کرلی لیکن رمضان المبارک کا اصل استقبال یہ ہے کہ رمضان آنے سے پہلے اپنے نظام الاوقات بدل کر ایسا بنانے کی کوشش کرو کہ اس میں زیادہ سے زیادہ وقت اللہ جل شانہ کی عبادت میں صرف ہو رمضان کا مہینہ آنے سے پہلے یہ سوچو کہ یہ مہینہ آرہا ہے کس طرح میں اپنی مصروفیات کم کرسکتا ہوں اس مہینے میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بالکلیہ عبادت کیلئے فارغ کرلے تو سبحان اللہ اور اگر کوئی شخص اپنے آپ کو فارغ نہیں کرسکتا تو پھر یہ دیکھے کہ کون کون سے کام ایک ماہ کیلئے چھوڑ سکتا ہوں ان کو چھوڑے اور کن مصروفیات کو کم کرسکتا ہوں ان کو کم کرے اور جن کاموں کو رمضان

کے بعد تک مؤخر کر سکتا ہے ان کو مؤخر کرے اور رمضان کے زیادہ سے زیادہ اوقات کو عبادت میں لگانے کی فکر کرے میرے نزدیک استقبال رمضان کا صحیح طریقہ یہی ہے اگر یہ کام کر لیا تو ان شاء اللہ رمضان المبارک کی صحیح روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور اس سے صحیح طور پر فائدہ ہم نہیں اٹھا سکیں گے۔

روزہ اور تراویح سے ایک قدم آگے

جب رمضان المبارک کو دوسرے مشاغل سے فارغ کر لیا تو اب اس فارغ وقت کو کس کام میں صرف کرے جہاں تک روزوں کا تعلق ہے ہر شخص جانتا ہے کہ روزہ رکھنا فرض ہے اور جہاں تک تراویح کا معاملہ ہے اس سے بھی ہر شخص واقف ہے لیکن ایک پہلو کی طرف خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

وہ یہ کہ الحمدللہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے اس کے دل میں رمضان المبارک کا ایک احترام اور اس کا تقدس ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس ماہ مبارک میں اللہ کی عبادت کچھ زیادہ کرے اور کچھ نوافل زیادہ پڑھے جو لوگ عام دنوں میں پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کیلئے مسجد میں آنے سے کتراتے ہیں وہ لوگ بھی تراویح جیسی لمبی نماز میں بھی روزانہ شریک ہوتے ہیں یہ سب الحمدللہ اس ماہ کی برکت ہے کہ لوگ عبادت میں نماز میں ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں۔

ایک مہینہ اس طرح گزار لو

لیکن ان سب نفلی نمازوں نفلی عبادات نفلی ذکر و اذکار اور نفلی تلاوت قرآن کریم سے زیادہ مقدم ایک اور چیز ہے جس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی وہ یہ ہے کہ اس مہینے کو گناہوں سے پاک کر کے گزارنا کہ اس ماہ میں ہم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو اس مبارک مہینے میں آنکھ نہ بہکے نظر غلط جگہ پر نہ پڑے کان غلط چیز نہ سنیں زبان سے کوئی غلط کلمہ نہ نکلے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی معصیت سے مکمل اجتناب ہو یہ مبارک مہینہ اگر اس طرح گزار لیا پھر چاہے ایک نفلی رکعت نہ پڑھی ہو اور تلاوت زیادہ نہ کی ہو اور نہ ذکر و اذکار کیا ہو لیکن گناہوں سے بچتے ہوئے اللہ کی

معصیت اور نافرمانی سے بچتے ہوئے یہ مہینہ گزار دیا تو آپ قابل مبارک باد ہیں اور یہ مہینہ آپ کے لئے مبارک ہے گیارہ مہینے تک ہر قسم کے کام میں مبتلا رہتے ہیں اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک مہینہ آرہا ہے کم ازکم اس کو تو گناہوں سے پاک کرلو اس میں تو اللہ کی نافرمانی نہ کرو اس میں تو کم ازکم جھوٹ نہ بولو اس میں تو غیبت نہ کرو اس میں تو بدنگاہی کے اندر مبتلاء نہ ہو اس مبارک مہینے میں تو کانوں کو غلط جگہ پر استعمال نہ کرو اس میں تو رشوت نہ کھاؤ اس میں سود نہ کھاؤ کم ازکم یہ ایک مہینہ اس طرح گزار لو۔

یہ کیسا روزہ ہوا؟

اس لئے کہ آپ روزے تو ماشاءاللہ بڑے ذوق وشوق سے رکھ رہے ہیں لیکن روزے کے کیا معنی ہیں روزے کے معنی یہ ہیں کہ کھانے سے اجتناب کرنا پینے سے اجتناب اور نفسانی خواہشات کی تکمیل سے اجتناب کرنا روزے میں ان تینوں چیزوں سے اجتناب ضروری ہے اب یہ دیکھیں کہ یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جو فی نفسہ حلال ہیں کھانا حلال ہیں پینا حلال اور جائز طریقے سے زوجین کا نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنا حلال اب روزے کے دوران آپ ان حلال چیزوں سے تو پرہیز کر رہے ہیں نہ کھا رہے ہیں اور نہ پی رہے ہیں لیکن جو چیزیں پہلے سے حرام تھیں مثلاً جھوٹ بولنا غیبت کرنا بدنگاہی کرنا جو ہر حال میں حرام تھیں روزے میں یہ سب چیزیں ہو رہی ہیں اب روزہ رکھا ہوا ہے اور جھوٹ بول رہے ہیں روزہ رکھا ہوا ہے اور غیبت کر رہے ہیں روزہ رکھا ہوا ہے اور بدنگاہی کر رہے ہیں اور روزہ رکھا ہوا ہے لیکن وقت پاس کرنے کیلئے گندی گندی فلمیں دیکھ رہے ہیں یہ کیا روزہ ہوا؟ کہ حلال چیز تو چھوڑ دی اور حرام چیز نہیں چھوڑی اس لئے حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا نہ چھوڑے تو مجھے اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں اس لئے جب جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا جو پہلے سے حرام تھا تو کھانا چھوڑ کر اس نے کونسا بڑا عمل کیا۔

روزہ کا ثواب ملیا میٹ ہوگیا

اگرچہ فقہی اعتبار سے روزہ درست ہوگیا اگر کسی مفتی سے پوچھو گے کہ میں نے روزہ

بھی رکھا تھا اور جھوٹ بھی بولا تھا تو وہ مفتی یہی جواب دے گا کہ روزہ درست ہوگیا اس کی قضا واجب نہیں لیکن اس کی قضا واجب نہ ہونے کے باوجود اس روزے کا ثواب اور برکات ملیامیٹ ہوگئیں اس واسطے کہ تم نے اس روزے کی روح حاصل نہیں کی۔

روزہ کا مقصد تقویٰ کی شمع روشن کرنا

میں نے آپ کے سامنے جو یہ آیت تلاوت کی کہ یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے پچھلی امتوں پر فرض کئے گئے کیوں روزے فرض کئے گئے؟ تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو یعنی روزہ اصل میں اس لئے تمہارے ذمہ فرض کیا گیا تا کہ اس کے ذریعہ تمہارے دل میں تقویٰ کی شمع روشن ہو روزے سے تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

روزہ تقوے کی سیڑھی ہے

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ روزے سے تقویٰ اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ روزہ انسان کی قوت حیوانیہ اور قوت بہیمیہ کو توڑتا ہے جب آدمی بھوکا رہے گا تو اس کی وجہ سے اس کی حیوانی خواہشات اور حیوانی تقاضے کچلے جائیں گے جس کے نتیجے میں گناہوں پر اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سست پڑ جائے گا۔ لیکن ہمارے حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ......اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین...... نے فرمایا کہ صرف قوت بہیمیہ توڑنے کی بات نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ جب آدمی صحیح طریقے سے روزہ رکھے گا تو یہ روزہ خود تقویٰ کی ایک عظیم الشان سیڑھی ہے اس لئے کہ تقویٰ کے کیا معنی ہیں؟ تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل جلالہ کی عظمت کے استحضار سے اس کے گناہوں سے بچنا یعنی یہ سوچ کر کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوکر مجھے جواب دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اس تصور کے بعد جب انسان گناہوں کو چھوڑتا ہے تو اسی کا نام تقویٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی (سورۃ النازعات ۴۰) یعنی جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے

دربار میں حاضر ہونا ہے اور کھڑا ہونا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو ہوائے نفس اور خواہشات سے روکتا ہے یہی تقویٰ ہے۔

میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے

لہٰذا روزہ حصول تقویٰ کیلئے بہترین ٹریننگ اور بہترین تربیت ہے جب روزہ رکھ لیا تو آدمی پھر کیسا ہی گنہگار خطا کار اور فاسق وفاجر ہو جیسا بھی ہو لیکن روزہ رکھنے کے بعد اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سخت گرمی کا دن ہے اور سخت پیاس لگی ہوئی ہے اور کمرہ میں اکیلا ہے کوئی دوسرا پاس موجود نہیں اور دروازے پر کنڈی لگی ہوئی ہے اور کمرہ میں فرج موجود ہے اور اس فرج میں ٹھنڈا پانی موجود ہے اس وقت انسان کا نفس یہ تقاضہ کرتا ہے کہ اس شدید گرمی کے عالم میں ٹھنڈا پانی پی لوں لیکن کیا وہ شخص فرج سے ٹھنڈا پانی نکال کر پی لے گا؟ ہرگز نہیں پیے گا حالانکہ اگر وہ پانی پی لے تو کسی بھی انسان کو کانوں کان خبر نہ ہوگی کوئی لعنت اور ملامت کرنے والا نہیں ہوگا اور دنیا والوں کے سامنے وہ روزہ دار ہی رہے گا اور شام کو باہر نکل کر آرام سے لوگوں کے ساتھ افطاری کھالے تو کسی شخص کو بھی پتہ نہیں چلے گا کہ اس نے روزہ توڑ دیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ پانی نہیں پیتا ہے کیوں نہیں پیتا؟ پانی نہ پینے کی اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں ہے کہ وہ یہ سوچتا ہے کہ اگرچہ کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا ہے لیکن میرا مالک جس کیلئے میں نے روزہ رکھا ہے وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

میں ہی اس کا بدلہ دوں گا

اس لئے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں الصوم لی وانا اجزی بہ (ترمذی کتاب الصوم باب ماجاء فی فضل الصوم حدیث نمبر ۷۶۴) یعنی روزہ میرے لئے ہے لہٰذا میں ہی اس کی جزا دوں گا اور اعمال کے بارے میں تو یہ فرمایا کہ کسی عمل کا دس گنا اجر کسی عمل کا ستر گنا اجر اور کسی عمل کا سو گنا اجر ہے حتیٰ کہ صدقہ کا اجر سات سو گنا ہے لیکن روزے کے بارے میں فرمایا کہ روزے کا اجر میں دوں گا کیونکہ روزہ اس نے صرف میرے لئے رکھا تھا اس لئے کہ شدید گرمی کی وجہ سے جب حلق میں کانٹے لگ رہے ہیں اور زبان پیاس سے خشک ہے اور فرج میں ٹھنڈا پانی موجود ہے اور تنہائی ہے اور کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے اس کے باوجود میرا بندہ صرف اس لئے

پانی نہیں پی رہا ہے کہ اس کے دل میں میرے سامنے کھڑا ہونے اور جواب دہی کا ڈر اور احساس ہے اس احساس کا نام تقویٰ ہے اگر یہ احساس پیدا ہوگیا تو تقویٰ بھی پیدا ہوگیا لہذا تقویٰ روزے کی ایک شکل بھی ہے اور اس کے حصول کی ایک سیڑھی بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے روزے اس لئے فرض کیے تاکہ تقویٰ کی عملی تربیت دیں۔

ورنہ یہ تربیتی کورس مکمل نہیں ہوگا

اور جب تم روزے کے ذریعہ یہ عملی تربیت حاصل کررہے ہو تو پھر اس کو اور ترقی دو اور آگے بڑھاؤ لہذا جس طرح روزے کی حالت میں شدت پیاس کے باوجود پانی پینے سے رک گئے تھے اور اللہ کے خوف سے کھانا کھانے سے رک گئے تھے اسی طرح جب کاروباری زندگی میں نکلو اور وہاں پر اللہ کی معصیت اور نافرمانی کا تقاضہ اور داعیہ پیدا ہو تو یہاں بھی اللہ کے خوف سے اس معصیت سے رک جاؤ لہذا ایک مہینے کے لئے ہم تمہیں ایک تربیتی کورس سے گزار رہے ہیں اور یہ تربیتی کورس اس وقت مکمل ہوگا جب کاروباری زندگی میں ہر موقع پر اس پر عمل کرو ورنہ اس طرح یہ تربیتی کورس مکمل نہیں ہوگا کہ اللہ کے خوف سے پانی پینے سے تو رک گئے اور جب کاروباری زندگی میں نکلے تو پھر آنکھ غلط جگہ پر پڑ رہی ہے کان بھی غلط باتیں سن رہے ہیں زبان سے بھی غلط باتیں نکل رہی ہیں اس طرح تو یہ کورس مکمل نہیں ہوگا۔

روزہ کا ائیر کنڈیشنر لگا دیا، لیکن؟

جس طرح علاج ضروری ہے اسی طرح پرہیز بھی ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے روزہ اس لئے رکھوایا تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو لیکن تقویٰ اس وقت پیدا ہوگا جب اللہ کی نافرمانیوں اور معصیتوں سے پرہیز کرو گے مثلاً کمرہ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے آپ نے اس میں ائیر کنڈیشنر لگایا اور ائیر کنڈیشنر کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ پورے کمرے کو ٹھنڈا کردے اب آپ نے اس کو آن کردیا لیکن ساتھ ہی اس کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے کھول دیئے ادھر سے ٹھنڈک آرہی ہے اور ادھر سے نکل رہی ہے لہذا کمرہ ٹھنڈا نہیں ہوگا بالکل اسی طرح یہ سوچئے کہ روزہ کا ائیر کنڈیشنر تو آپ نے لگا دیا لیکن ساتھ ہی دوسری طرف اللہ کی نافرمانی اور معصیتوں کے دروازے اور کھڑکیاں

کھول دیں اب بتایئے ایسے روزے سے کوئی فائدہ حاصل ہوگا؟

اصل مقصد حکم کی اتباع

اسی طرح روزے کے اندر یہ حکمت کہ اس کا مقصد قوت بہیمیہ توڑنا ہے یہ بعد کی حکمت ہے اصل مقصد یہ ہے کہ ان کے حکم کی اتباع ہو اور سارے دین کا مدار اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم کی اتباع ہے وہ جب کہیں کہ کھاؤ اس وقت کھانا دین ہے اور جب وہ کہیں کہ مت کھاؤ اس وقت نہ کھانا دین ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور اپنی اتباع کا عجیب نظام بنایا ہے کہ سارا دن تو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اس پر بڑا اجر وثواب رکھا لیکن ادھر آفتاب غروب ہوا ادھر یہ حکم آ گیا کہ اب جلدی افطار کرو اور افطار میں جلدی کرنے کو مستحب قرار دیا اور بلا وجہ افطار میں تاخیر کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، کیوں ناپسندیدہ ہے؟ اس لئے کہ جب آفتاب غروب ہو گیا تو اب ہمارا یہ حکم آ گیا کہ کھاؤ اب بھی اگر نہیں کھاؤ گے اور بھوکے رہو گے تو یہ بھوک کی حالت ہمیں پسند نہیں اس لئے کہ اصل کام ہماری اتباع کرنا ہے اپنا شوق پورا نہیں کرنا ہے۔

ہمارا حکم توڑ دیا

عام حالات میں دنیا کی کسی چیز کی حرص اور ہوس بہت بری چیز ہے لیکن جب وہ کہیں کہ حرص کرو تو پھر حرص ہی میں لطف اور مزہ ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں   خاک برفرق قناعت بعد ازیں

جب سلطان دین یہ چاہ رہے ہیں کہ میں حرص اور طمع کروں تو پھر قناعت کے سر پر خاک پھر قناعت میں مزہ نہیں ہے پھر تو طمع اور حرص میں مزہ ہے یہ افطار میں جلدی کرنے کا حکم اسی وجہ سے ہے غروب آفتاب سے پہلے تو یہ حکم تھا ایک ذرہ بھی اگر منہ میں چلا گیا تو گناہ بھی لازم اور کفارہ بھی لازم مثلاً سات بجے آفتاب غروب ہو رہا تھا اب اگر کسی شخص نے چھ بجکر انسٹھ منٹ پر ایک چنے کا دانہ کھا لیا اب بتایئے کہ روزہ میں کتنی کمی آئی؟ صرف ایک منٹ کی کمی آئی، ایک منٹ کا روزہ توڑا، لیکن اس ایک منٹ کے روزے کے کفارے میں ساٹھ دن کے روزے رکھنے واجب ہیں اس لئے کہ بات صرف ایک چنے اور ایک منٹ کی نہیں ہے بات دراصل یہ

ہے کہ اس نے ہمارا حکم توڑا ہمارا حکم یہ تھا کہ جب تک آفتاب غروب نہ ہو جائے اس وقت تک کھانا جائز نہیں لیکن تم نے یہ حکم توڑ دیا لہٰذا اس خلاف ورزی کی سزا میں ساٹھ دن کے روزے رکھو۔

افطار میں جلدی کرو

اور پھر جیسے ہی آفتاب غروب ہو گیا تو یہ حکم آ گیا کہ اب جلدی کھاؤ اگر بلا وجہ تاخیر کر دی تو گناہ ہو گا، کیوں؟ اس واسطے کہ ہم نے حکم دیا تھا کہ کھاؤ اب کھانا ضروری ہے۔

سحری میں تاخیر افضل ہے

سحری کے بارے میں حکم یہ ہے کہ سحری تاخیر سے کھانا افضل ہے جلدی کھانا خلاف سنت ہے بعض لوگ رات کو بارہ بجے سحری کھا کر سو جاتے ہیں یہ خلاف سنت ہے چنانچہ صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا کہ بالکل آخری وقت تک کھاتے رہتے تھے اس واسطے کہ یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ صرف یہ کہ کھانے کی اجازت ہے بلکہ کھانے کا حکم ہے اس لئے جب تک وہ وقت باقی رہے گا ہم کھاتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع اور اطاعت اسی میں ہے اب اگر کوئی شخص پہلے سحری کھا لے تو گویا کہ اس نے روزے کے وقت میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا اس لئے پہلے سے سحری کھانے کو ممنوع قرار دیا پورے دین میں سارا کھیل اتباع کا ہے جب ہم نے کہا کہ کھاؤ تو کھانا ثواب ہے اور جب ہم نے کہا کہ مت کھاؤ تو نہ کھانا ثواب ہے اس لئے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ میاں کہہ رہے ہیں کہ کھاؤ اور بندہ کہے کہ میں تو نہیں کھاتا یا میں کم کھاتا ہوں یہ تو بندگی اور اطاعت نہ ہوئی۔ ارے بھائی نہ تو کھانے میں کچھ رکھا ہے اور نہ ہی نہ کھانے میں کچھ رکھا ہے سب کچھ ان کی اطاعت میں ہے اس لئے جب انہوں نے کہہ دیا کہ کھاؤ تو پھر کھاؤ اس میں اپنی طرف سے زیادہ پابندی کرنے کی ضرورت نہیں۔

ایک مہینہ بغیر گناہ کے گزار لو

البتہ اہتمام کرنے کی چیز یہ ہے کہ جب روزہ رکھ لیا تو اب اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ آنکھوں کو بچاؤ کانوں کو بچاؤ زبان کو بچاؤ، ایک رمضان کے موقع پر ہمارے حضرت قدس

اللہ سرہ نے یہاں تک فرمایا کہ میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کوئی اور نہیں کہے گا وہ یہ کہ اپنے نفس کو اس طرح بہلاؤ اور اس سے عہد کرلو کہ ایک مہینہ بغیر گناہ کے گزار لو جب یہ ایک مہینہ گزر جائے تو پھر تیرا جو جی چاہے کر چنانچہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جب یہ ایک مہینہ بغیر گناہ کے گزر جائے گا تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس کے دل میں گناہ چھوڑنے کا داعیہ پیدا فرمادینگے لیکن یہ عہد کرلو کہ یہ اللہ کا مہینہ آرہا ہے یہ عبادت کا مہینہ ہے یہ تقویٰ پیدا کرنے کا مہینہ ہے ہم اس میں گناہ نہیں کریں گے اور ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے کہ وہ کن گناہوں میں مبتلا ہے پھر ان سب کے بارے میں یہ عہد کرلے کہ میں ان میں مبتلا نہیں ہوں گا مثلاً یہ عہد کرلے کہ رمضان المبارک میں آنکھ غلط جگہ پر نہیں اٹھے گی کان غلط بات نہیں سنیں گے زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ روزہ بھی رکھا ہوا ہے اور فواحشات کو بھی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں اور اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

اس ماہ میں رزق حلال

دوسری اہم بات جو ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کم از کم اس ایک مہینے میں تو رزق حلال کا اہتمام کرلو جو لقمہ آئے وہ حلال کا آئے کہیں ایسا نہ ہو کہ روزہ تو اللہ کے لئے رکھا اور اس کو حرام چیز سے افطار کر رہے ہیں سود پر افطار ہو رہا ہے یا رشوت پر افطار ہو رہا ہے یا حرام آمدنی پر افطار ہو رہا ہے یہ کیسا روزہ ہوا؟ کہ سحری بھی حرام اور افطاری بھی حرام اور درمیان میں روزہ اس لئے خاص طور پر اس مہینے میں حرام روزی سے بچو اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! میں رزق حلال کھانا چاہتا ہوں مجھے رزق حرام سے بچا لیجئے۔

حرام آمدنی سے بچیں

بعض حضرات وہ ہیں جن کا بنیادی ذریعہ معاش الحمدللہ حرام نہیں ہے بلکہ حلال ہے البتہ اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے کچھ حرام آمدنی کی آمیزش ہو جاتی ہے ایسے حضرات کیلئے حرام سے بچنا کوئی دشوار کام نہیں ہے وہ کم از کم اس ماہ میں تھوڑا سا اہتمام کرلیں اور حرام آمدنی سے بچیں یہ عجیب قصہ ہے کہ اس ماہ کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ صبر کا مہینہ ہے یہ مواسات اور

غم خواری کا مہینہ ہے ایک دوسرے سے ہمدردی کا مہینہ ہے لیکن اس ماہ میں مواسات کے بجائے لوگ الٹا کھال کھینچنے کی فکر کرتے ہیں ادھر رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور ادھر چیزوں کی ذخیرہ اندوزی شروع کر دی لہٰذا کم از کم اس ماہ میں اپنے آپ کو ایسے حرام کاموں سے بچالو۔

اگر آمدنی مکمل حرام ہے تو پھر

بعض حضرات وہ ہیں جن کا ذریعہ آمدنی مکمل طور پر حرام ہے مثلاً وہ کسی سودی ادارے میں ملازم ہیں ایسے حضرات اس ماہ میں کیا کریں؟ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین، ہر آدمی کیلئے راستہ بتا گئے وہ فرماتے ہیں کہ ''میں ایسے آدمی کو جس کی مکمل آمدنی حرام ہے یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو رمضان میں چھٹی لے لے اور کم از کم اس ماہ کے خرچ کیلئے جائز اور حلال ذریعہ سے انتظام کرلے کوئی جائز آمدنی کا ذریعہ اختیار کرلے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس ماہ کے خرچ کیلئے کسی سے قرض لے لے اور یہ سوچے کہ میں اس مہینہ میں حلال آمدنی سے کھاؤں گا اور اپنے بچوں کو بھی حلال کھلاؤں گا کم از کم اتنا تو کرلے''۔

گناہوں سے بچنا آسان ہے

بہر حال! میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ لوگ اس مہینے میں نوافل وغیرہ کا تو اہتمام بہت کرتے ہیں لیکن گناہوں سے بچنے کا اتنا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچنے کو آسان فرما دیا ہے چنانچہ اس ماہ میں شیطان کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں اور ان کو قید کر دیا جاتا ہے لہٰذا شیطان کی طرف سے گناہ کرنے کے وسوسے اور تقاضے ختم ہو جاتے ہیں اس لئے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

روزے میں غصے سے پرہیز

تیسری بات جس کا روزے سے خاص تعلق ہے وہ ہے غصے سے اجتناب اور پرہیز چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ مواسات کا مہینہ ہے ایک دوسرے سے غمخواری کا مہینہ ہے لہٰذا غصہ اور غصہ کی وجہ سے سرزد ہونے والے جرائم اور گناہ مثلاً جھگڑا مار

پٹائی اور تو تکار ان چیزوں سے پرہیز کا اہتمام کریں حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کہ وان جهل علی احدکم جاهل وهو صائم فلیقل انی صائم (ترمذی کتاب الصوم باب ماجاء فی فضل الصوم حدیث نمبر ۷۶۴) یعنی اگر کوئی شخص تم سے جہالت اور لڑائی کی بات کرے تو تم کہہ دو کہ میرا روزہ ہے میں لڑنے کیلئے تیار نہیں نہ زبان سے لڑنے کیلئے تیار ہوں اور نہ ہاتھ سے اس سے پرہیز کریں یہ سب بنیادی کام ہیں۔

رمضان میں نفلی عبادات زیادہ کریں

جہاں تک عبادات کا تعلق ہے تمام مسلمان ماشاء اللہ جانتے ہی ہیں کہ روزہ رکھنا تروایح پڑھنا ضروری ہے اور تلاوت قرآن کو چونکہ اس مہینے سے خاص مناسبت ہے چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پورے قرآن کریم کا دور فرمایا کرتے تھے اس لئے جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے اس مہینے میں تلاوت کریں اور اس کے علاوہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے زبان سے اللہ کا ذکر کریں اور تیسرا کلمہ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ اللہ واللہ اکبر اور دورد شریف اور استغفار کا چلتے پھرتے اس کی کثرت کا اہتمام کریں اور نوافل کی جتنی کثرت ہو سکے کریں اور عام دنوں میں رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملتا لیکن رمضان المبارک میں چونکہ انسان سحری کیلئے اٹھتا ہے تھوڑا پہلے اٹھ جائے اور سحری سے پہلے تہجد پڑھنے کا معمول بنالے اور اس ماہ میں نماز خشوع کے ساتھ اور مرد باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام کرلیں یہ سب کام تو اس ماہ میں کرنے ہی چاہئیں یہ رمضان المبارک کی خصوصیات میں سے ہیں لیکن ان سب چیزوں سے زیادہ اہم گناہوں سے بچنے کی فکر ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان المبارک کے انوار و برکات سے صحیح طور پر مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

عید مبارک

ہر قوم وملت میں سال کے کچھ دن جشن مسرت منانے کیلئے مقرر کئے جاتے ہیں جنہیں عرف عام میں تہوار کہا جاتا ہے تہوار منانے کیلئے ہر قوم کا مزاج ومزاق جدا ہوسکتا ہے لیکن ان سب کی قدر مشترک خوشی منانا ہے۔ چونکہ انسان کی طبیعت ہے کہ وہ معمولات کی یکسانی سے کبھی کبھی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے وہ ایسے شب وروز کا خواہش مند ہوتا ہے جن میں وہ اپنے روزمرہ کے معمولات سے ذراہٹ کراپنے ذہن ودل کو فارغ کرے اور کچھ وقت بے فکری کے ساتھ ہنس بول کر گزارے ۔انسان کی یہی طبیعت تہواروں کو جنم دیتی ہے جو بالآخر کسی قوم کا اجتماعی شعار بن جاتے ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدنیہ منورہ تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ نیروز اور مہر جان کے نام سے دو خوشی کے تہوار مناتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم ان تہواروں میں شرکت کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلے ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں ایک عید الفطر کا دن دوسرا عید الاضحیٰ کا۔ چنانچہ امت مسلمہ کیلئے سال میں یہ دو دن خوشی منانے کیلئے مقرر کردیئے گئے جن میں ایک طرف انسانی نفسیات کے مذکورہ بالا تقاضے کی رعایت بھی ہے اور ساتھ ساتھ ان دنوں کے تعین اور ان کو منانے کے انداز میں بہت سے عملی سبق بھی۔

کوئی تہوار مقرر کرنے کیلئے عام طور سے اکثر قومیں کسی ایسے دن کا انتخاب کرتی ہیں جس میں ان کی تاریخ کا کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہو مثلاً عیسائیوں کی کرسمس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے (اگرچہ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی یقینی تاریخ کسی کو معلوم نہیں ہے) یہودیوں کی عید فسح اس دن کی یادگار سمجھی جاتی ہے جس میں بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات ملی اسی طرح ہندوؤں کے بہت سے تہوار بھی ان کے کسی خاص واقعے کی یادگار کے طور پر منائے جاتے ہیں۔

اسلامی تاریخ میں ایسے دنوں کی کوئی کمی نہیں تھی جن کی خوشی ہر سال اجتماعی طور پر منائی جا سکے دنیا ہی کا نہیں اس پوری کائنات کا سعید ترین دن وہ تھا جس میں سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے یا وہ دن تھا جس میں آپ ﷺ کو نبوت کا عظیم منصب عطا فرمایا گیا اور دنیا کیلئے آخری پیغام ہدایت قرآن کریم کی شکل میں نازل ہونا شروع ہوا اس دن کی عظمت بھی ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے جس میں آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کو اپنا مستقر بنا کر پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اسی طرح اس دن کی شان وشوکت کا کیا ٹھکانا جس میں آپ ﷺ کے تین سو تیرہ نہتے جاں نثاروں نے بدر کے میدان میں باطل کے مسلح لشکر کو شکست فاش دی اور جسے خود قرآن کریم نے یوم الفرقان (یعنی حق وباطل کے درمیان امتیاز کا دن) قرار دیا اس دن بھی مسلمانوں کی فرحت ومسرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور کعبے کی چھت سے پہلی بار حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان گونجی غرض آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ میں ایسے جگمگاتے ہوئے دن بے شمار ہیں جنہیں مسلمانوں کیلئے جشن مسرت کی بنیاد بنایا جا سکتا تھا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر دن عظیم تھا جس میں مسلمانوں کو کوئی نہ کوئی دینی یا دنیوی دولت نصیب ہوئی۔

لیکن اسلام کی یہ شان نرالی ہے کہ پوری امت کیلئے سالانہ عید مقرر کرنے کیلئے ان میں سے کسی دن کا انتخاب نہیں کیا گیا اور دینی طور پر مسلمانوں کیلئے لازمی سالانہ عید مقرر کرنے کیلئے یکم شوال اور ۱۰ ذی الحجہ کی تاریخیں منتخب کی گئیں جن سے بظاہر تاریخ کا کوئی امتیازی واقعہ وابستہ نہیں تھا بلکہ یہ دو دن ایسے مواقع پر مقرر کئے گئے جن پر پوری امت ایک ایسی اجتماعی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتی ہے جو سال میں ایک بار ہی انجام دی جاتی ہے عید الفطر اس وقت منائی جاتی ہے جب مسلمان رمضان المبارک میں نہ صرف فرض روزوں کی تکمیل کرتے ہیں بلکہ اس مقدس مہینے کے ایک تربیتی دور سے گزر کر اپنی روحانیت کو جلا بخشتے ہیں اور عید الاضحیٰ اس وقت منائی جاتی ہے جب ایک دوسری سالانہ عبادت یعنی حج کی تکمیل ہوتی ہے اور لاکھوں مسلمان عرفات کے میدان میں اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعائیں کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کر چکے ہوتے ہیں اور جو لوگ براہ راست حج میں شریک نہیں ہو سکے وہ قربانی کی عبادت انجام دیتے ہیں۔

اس طرح اسلام نے اپنے پیروؤں کیلئے سالانہ عید منانے کیلئے کسی ایسے دن کا انتخاب نہیں کیا جو ماضی کے کسی یادگار واقعے سے وابستہ ہو اس کے بجائے مسلمانوں کی عید ایسے واقعات سے وابستہ کی گئی ہے جو مسلمانوں کے حال سے متعلق ہیں اور جن کی ہر سال تجدید ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پچھلی تاریخ میں جو کوئی یادگار یا مقدس واقعہ پیش آیا وہ ماضی کا ایک حصہ بن گیا اس کو یاد رکھنا اس لحاظ سے بلا شبہ مفید اور ضروری ہے کہ اسے اپنے حال اور مستقبل کی تعمیر کیلئے نمونہ اور اپنی قوت جہد وعمل کیلئے مہمیز بنایا جائے لیکن ہر وقت ماضی میں گم رہ کر حال اور مستقبل سے بے فکر ہو جانا بعض اوقات قوموں کو اپنے کرنے کے کاموں سے غافل بھی بنا دیتا ہے اور انہیں یہ طعنہ سننا پڑتا ہے کہ ۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو!

لہٰذا عیدین کو کسی ماضی کے واقعے سے وابستہ نہ کر کے ہمیں سبق یہ دیا گیا ہے کہ تمہیں اصل خوشی منانے کا حق ان کاموں پر پہنچتا ہے جو خود تم نے حال میں انجام دیئے ہوں محض ان کارناموں پر نہیں جو تمہارے آباء واجداد کر گزرے تھے۔

لہٰذا عید کا ہر دن ہم سب سے یہ سوچنے کا مطالبہ کرتا ہے کہ اپنے حال اور اپنے اعمال کے پیش نظر کیا واقعی ہمیں خوشی منانے کا حق پہنچتا ہے؟ عید الفطر در حقیقت رمضان کے تربیتی کورس میں کامیابی کا ایک انعام ہے اس لئے حدیث میں اس کو یوم الجائزہ یعنی انعام کا دن قرار دیا گیا ہے لہٰذا یہ دن ہم سے یہ جائزہ لینے کا تقاضا کرتا ہے کہ کیا ہم نے اعمال واخلاق کے اس تربیتی کورس میں واقعی کامیابی حاصل کی ہے؟ کیا واقعی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمارے تعلق میں کچھ اضافہ ہوا ہے؟ کیا ہم نے بندوں کے حقوق کا پہچاننا شروع کر دیا ہے؟ کیا ہمارے دل میں امانت دیانت ضبط نفس اور جہد وعمل کے جذبات پیدا ہوئے ہیں؟ کیا ہم نے چارسو پھیلی ہوئی معاشرتی برائیوں کے مٹانے اور ان سے خود اجتناب کرنے کا کوئی عہد تازہ کیا ہے؟ کیا ہمارے سینے میں ملک وملت کی فلاح و بہبود کا کوئی ولولہ پیدا ہوا ہے؟ کیا ہم نے آپس کے جھگڑوں کو مٹا کر اس طرح متحد ہونے کا کوئی ارادہ کیا ہے جس طرح ہم عید گاہ میں یک جاں نظر آتے ہیں؟ اگر اپنے گریبان میں منہ ڈالنے اور انصاف کے ساتھ اپنا جائزہ لینے کے بعد کسی کو ان سوالات کا یا کم از کم ان میں سے کچھ سوالات کا جواب اثبات میں ملتا ہے تو اسے واقعی عید مبارک ہو۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے

الحمدللّٰہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی امابعد:

تراویح سنت مؤکدہ ہے، نبی کریم ﷺ ،خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ،ائمہ مجتہدین، فقہائے کرام اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے تراویح ثابت ہے،فقہائے کرام نے تراویح کے مسنون ہونے کو ادلہ قاطعہ اور براہین ساطعہ سے بیان کیا ہے،اہل سنت والجماعت تراویح کے مسنون ہونے پر متفق ہیں، ائمہ اربعہ کا تراویح پر اتفاق ہے اور کسی کے نزدیک بھی تراویح کی تعداد بیس سے کم نہیں ہے، ذیل میں ہم حدیث اور فقہ کے چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں جن سے تراویح کا مسنون ہونا واضح ہے اور ساتھ ہی تراویح کی تعداد پر بھی ان سے واضح روشنی پڑتی ہے، واللّٰہ الموفق والمعین ۔

تراویح کا ثبوت

(۱) عن ابن عباس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر (التعلیق الحسن علی آثار السنن ص۲۵۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

عن العرباض بن ساریۃ فقال...... فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوابھا وعضوا علیھابالنواجذ (ترمذی ج۲ ص۹۶) نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تم میری اور خلفاء راشدین کی سنت کولازم پکڑو اور اس پر عمل کرو اور ڈاڑھوں سے مظبوط پکڑو۔

اس حدیث میں سنت خلفاء راشدین کے اتباع کولازم قرار دیا گیا ہے،پس جوامر خلفاء

رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہوگا وہ حکماً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول سے ثابت اور آپ کی طرف سے مأمور بہ قرار پائے گا، نیز اس حدیث سے واضح ہوا کہ خلفاء راشدین کا عمل بھی سنت میں داخل ہے۔

خلفاء راشدین ،صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت درج ذیل حوالوں سے واضح ہے:

(۱)یزید بن رومان کہتے ہیں کہ: سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں تیئس رکعت پڑھتے تھے۔

(۲)حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کومدینہ طیبہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(۳)ابوعبدالرحمٰن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قراء کورمضان میں بلایااوران میں سے ایک آدمی کوبیس تراویح پڑھانے کاحکم دیااوروتر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود پڑھاتے تھے(بیہقی ج۲ص ۶۹۹)

(۴)حضرت نافع بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ ہم کوبیس رکعت پڑھاتے تھے۔

(۵)اعمش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔(قیام اللیل ص ۹۱)

ائمہ اربعہ کا اجماع

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وجہ سے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی اس پر اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں اس سے کم نہیں ہیں ،حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) المسنون عند ابی حنیفة والشا فعی واحمد عشرون رکعة وحکی عن مالك ان التراویح ست وثلا ثون رکعة (رحمۃ الامہ ص ۲۳)

(۲) واختلفوا فی المختار من عدد الرکعات التی یقوم بهاالناس

فی رمضان فاختار مالك فی احد قوله وابوحنیفة والشافعی واحمد وداؤد القیام بعشرین رکعة سوی الوتروذکرابن القاسم عن مالك انه کان یستحسن ستا وثلا ثین رکعة والوتر ثلاث ...... وذکرابن القاسم عن مالك انه الامر القدیم (بدایۃ المجتہد ج ا ص ۲۱۰)

(۳) وقدقالت المالکیة انهاکانت ثلاثاوعشرین ثم جعلت تسعا وثلاثین (قسطلانی)

ان عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک تراویح کی رکعات بیس سے کم نہیں ہیں ۔بیس رکعت تراویح پر چونکہ صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ کا اجماع ہے لہٰذا اس سے کم تراویح نہیں ہے اوران کے خلاف قول کرنا ضلالت اور گمراہی ہے ۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ اور بیس تراویح

(۱)امام سیوطی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومذ هبنا ان الترا ویح عشرون رکعة۔ یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں ۔

(۲) شیخ منصور بن ادریس حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وهی عشرون رکعة فی رمضان (کشف القناع)تراویح رمضان میں بیس رکعت ہیں ۔

(۳) وهی عشرون رکعة فی رمضان جماعة (شرح منتہی الدرارات) تراویح رمضان میں جماعت کے ساتھ بیس رکعت ہیں ۔

(۴)توشیح (شافعیہ) میں ہے والثالث انهاصلوة التراویح وهی عشرون رکعة ولوفرادی وتسن الجماعة الخ ۔اورتیسری نمازتراویح ہے اوروہ بیس رکعت ہیں اگر چہ اکیلا ہی پڑھ لے اورجماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے ۔

(۵) وتتأکدصلوة التراویح فی رمضان عشرون رکعة بعدصلوة العشاء ویسلم من کل رکعتین الخ (انوار ساطعہ)رمضان میں عشاء کے بعد بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور ہر دو رکعت پر سلام پھیر دے ۔

(۶)التراویح سنة مؤكدة عشرون ركعة برمضان والاصل فی مسنونیتها الاجماع (نیل المآرب) رمضان میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور ان کا سنت ہونا اجماع سے ثابت ہے۔

فقہاء حنفیہ اور تراویح

(۱)سئل ابویوسف اباحنيفة رحمهما الله تعالى هل كان لعمر رضى الله عنه عهد من النبى صلى الله عليه وسلم فى عشرين ركعة فقال له ابوحنيفة رحمه الله تعالى لم يكن عمر مبتدعا (فیض الباری ج۲ص۴۲۰) حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیس تراویح کیلئے حضور علیہ السلام کی جانب سے کوئی ثبوت تھا، امام صاحب نے فرمایا کہ وہ اپنی طرف سے ایجاد کرنے والے نہ تھے یقیناً ان کے پاس ثبوت تھا۔

(۲)التراویح سنةمؤكدة ...... (وهى عشرون ركعة) باجماع الصحابة رضى الله عنهم (بعشرتسليمات) كماهوالمتوارث (مراقی الفلاح ص ۹۹)تراویح سنت مؤکدہ ہیں اور اجماع صحابہ سے اس کی بیس رکعتیں ہیں جو دس سلاموں کے ساتھ ہیں اور یہ سلسلہ زمانہ سلف سے برابر جاری ہے۔

(۳)والتراويح عشرون ركعة بعشرتسليما (الاشباہ ص ۴۷)تراویح دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت ہیں۔

(۴)علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں سند صحیح سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مبارک دور میں صحابہ کرام اور تابعین بیس رکعت پڑھتے تھے اور یہ یزید بن رومان سے مؤطا امام مالک میں مروی ہے(فتح القدیر ج ۱ص ۳۳۳)

(۵)علامہ عینی شرح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں کہ تراویح کی تعداد بیس رکعت ہے، امام شافعی اور امام احمد بھی یہی فرماتے ہیں(عمدۃ القاری ج ۷ص ۲۵۸ط بیروت)

(۶)ملاعلی قاری شرح نقایہ میں فرماتے ہیں: امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر،

حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بیس تراویح کی روایت ذکر کی ہے لہٰذا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

(۷) العرف الشذی میں ہے لـم یـقـل احد من الائمة الاربعة با قل من عشرین رکعة فی التراویح والیه جمهور الصحابة رضوان الله عنهم (حاشیه ترمذی ج ا ص ۱۶۶) چاروں اماموں میں سے کوئی بھی بیس رکعت سے کم تراویح کا قائل نہیں ہے اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل وعقیدہ بھی یہی تھا۔

تعامل وتوارث

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی توارث اور تعامل رہا ہے اور یہ ان احکام میں ہے جن پر مذاہب اربعہ کے فقہا بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں۔

(۲) امام نووی شافعی لکھتے ہیں ثـم استقـر الامر علی عشرین فانه المتوارث۔ یعنی پھر بیس رکعت پر امر مستقر ہوگیا، پس یہی متوارث اور مسلسل عمل ہے۔

(۳) ابن حجر مکی شافعی فرماتے ہیں: لکن اجمع الصحابة علی ان التراویح عشـرون رکـعة (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

(۴) علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهـوالذی یعمل به اکثر المسلمین۔ اکثر اہل اسلام اسی پر عمل کرتے ہیں۔

(۵) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی جماعت ایک کی اور حضرت ابی بن کعب کو امامت کیلئے نامزد فرمایا اس وقت صحابہ کرام بکثرت موجود تھے، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت عباس، حضرت ابن عباس، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم ان کے علاوہ سب مہاجرین وانصار موجود تھے کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا بلکہ اسی طریقہ کو جاری رکھا اور اس کی پابندی کی، ہمیشہ اسی طرح تراویح پڑھتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور ان کا شکریہ

ادا کیا اوران کیلئے دعائے خیر کی ،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر نور سے بھر دے جیسے انہوں نے ہماری مسجدیں روشن کیں۔

بیس رکعت تراویح کے متعلق دوسرے علماء امت کے اقوال

حضرت امام محمد غزالی رحمہ اللہ

التراویح وهی عشرون رکعة و کیفیتهامشهورة وهی سنة مؤکدة (احیاء العلوم ج۱ص ۱۳۹) تراویح کی بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں اوراس کے پڑھنے کا طریقہ مشہور ہے۔

حضرت قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

صلوة التراویح سنة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وهی عشرون رکعة (غنیۃ الطالبین ص۴۶۴) نماز تراویح نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اوراس کی بیس رکعتیں ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بیس رکعت مختار ہیں،سفیان ثوری،ابوحنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے اورامام مالک رحمہ اللہ چھتیس رکعت کے قائل ہیں اورفرماتے ہیں یہ ایک قدیم امر ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب کی اقتدا پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ

اعلـم ان صـلـوة الترا ویح سنة با تفاق المسلمین و هی عشرون ر کــعـة (کتاب الاذکار) جان لو نماز تراویح سنت ہے تمام مسلمان اس پر متفق ہیں اوراس کی بیس رکعت ہیں۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ

وقد استقر العمل علی هذا (المصابیح) اورپھر بیس رکعت پر ہی عمل مستحکم ہوگیا۔

هذا هو الحق والحق احق ان یتبع ۔ **فقط**

حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل ومسائل اعتکاف

اہمیت اعتکاف

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں عبادت کے جو مختلف طریقے مقرر فرمائے ہیں ان میں سے بعض طریقے خاص عاشقانہ شان رکھتے ہیں انہیں میں سے ایک عبادت اعتکاف کی بھی ہے اس عبادت میں انسان اپنے تمام دنیوی کام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گھر یعنی مسجد میں جا پڑتا ہے اور تمام دنیاوی تعلقات سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتا ہے اور کچھ مدت تک کامل یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے ساتھ مناجات میں مشغول رہنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خاص تعلق اور انابت الی اللہ کی جو خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ تمام عبادتوں میں ایک نرالی شان رکھتی ہے۔نیز رمضان کی آخری دس طاق راتوں میں سے کوئی نہ کوئی رات شب قدر کی بھی ہوتی ہے اس لئے اعتکاف کرنے والے کو عموماً وہ بھی نصیب ہو جاتی ہے (احکام اعتکاف)

فضائل اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے نبی کریم ﷺ ہر سال ان دنوں کا اعتکاف فرماتے تھے اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اعتکاف کرتی تھیں اور آپ کی وفات کے بعد بھی ازواج مطہرات نے اعتکاف کا اہتمام فرمایا۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ان النبی ﷺ کان یعتکف العشر الا واخر من رمضان حتی توفاہ اللّٰہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ (بخاری، مسلم) کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی تھیں۔

(۲) حضرت علی بن حسین اپنے والد ماجد سیدنا حضرت حسین سے روایت کرتے ہیں

کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان المبارک میں آخری عشرہ کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرے کے برابر ثواب ملتا ہے (الترمذی)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ معتکف تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے کوئی شخص تمام تر نیکیاں کر رہا ہو (مشکوٰۃ)

(۴) حدیث ابن عباس میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے صرف ایک دن کا اعتکاف کیا تو حق تعالیٰ اس معتکف اور دوزخ کے درمیان تین خندقیں حائل کر دیں گے جو لمبائی چوڑائی میں خافقین سے زیادہ وسیع ہوں گی (مشرق ومغرب کے مابین فاصلہ کو خافقین کہتے ہیں)(الترغیب)

اعتکاف کی جگہ

مردوں کا اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہو سکتا ہے گھر میں مرد کا اعتکاف کرنا درست نہیں ہے، عورت اپنے گھر میں عبادت کی مخصوص جگہ مقرر کر کے اعتکاف کر سکتی ہے البتہ اسے شوہر سے اجازت لینی ضروری ہے (عورتوں کے اعتکاف کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

اعتکاف کا معنی

اعتکاف کے لغوی معنی ٹھہرنے کے ہیں اور شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی ایسی مسجد میں اعتکاف کے لئے بیٹھنا جس میں پانچ وقت جماعت سے نماز ہوتی ہو۔

اقسام اعتکاف

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں (۱) واجب (۲) سنت مؤکدہ (۳) مستحب

واجب اعتکاف

جس اعتکاف کی منت مان لی جائے وہ واجب ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا یا یہ کہ میرے اوپر لازم ہے کہ میں اللہ کے لئے اتنے دنوں کا اعتکاف کروں تو اتنے دنوں کا اعتکاف کرنا واجب ہے اسی طرح اگر مسنون اعتکاف فاسد ہو جائے تو اس کی قضا بھی واجب ہے۔

سنت مؤکدہ اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک بستی یا محلّہ میں کوئی شخص بھی اعتکاف کر لے تو تمام اہل محلّہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی لیکن اگر سارے محلّہ میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سارے محلّہ والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔

مستحب اعتکاف

اعتکاف واجب ومسنون کے علاوہ جو اعتکاف کیا جائے گا وہ نفل اعتکاف ہوگا اور یہ ہر مسجد میں ہر وقت ہو سکتا ہے اور اس کی کوئی مقدار بھی مقرر نہیں ایک منٹ کا بھی ہو سکتا ہے۔

شرائط اعتکاف

(۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا، نا بالغ سمجھ دار بچہ کا اعتکاف کرنا بھی درست ہے (۳) اعتکاف کی نیت کرنا (۴) مسجد جماعت میں ٹھہرنا (۵) سنت اور واجب اعتکاف میں روزہ سے ہونا (۶) مرد وعورت کا جنابت سے پاک ہونا (۷) عورت کا حیض ونفاس سے خالی ہونا۔

وقت اعتکاف

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے وہ اعتکاف مسنون ہے، اس اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروب آفتاب سے شروع ہو جاتا ہے اور عید کا چاند ہونے تک باقی رہتا ہے اعتکاف کرنے والوں کو بیسویں کو غروب آفتاب کے وقت مسجد میں ہونا چاہئے۔

نیت اعتکاف

مسنون اعتکاف کی اتنی نیت کافی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتا ہوں۔

فائدہ:

معتکف کیلئے ضروری ہے کہ وہ اعتکاف کے دوران مسجد کی حدود میں رہے اور حوائج

ضروریہ کے سوا ایک لمحہ کیلئے بھی مسجد کی حدود سے باہر نہ نکلے ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسجد کی حدود سے مراد وہ جگہ ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے لہٰذا وضوخانہ اور غسل خانہ مسجد کی حد سے خارج ہیں اور چھت مسجد میں داخل ہے بشرطیکہ سیڑھی کا راستہ مسجد کے اندر رہو۔

معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

درج ذیل امور کیلئے معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا بلا کراہت جائز ہے

(۱) پیشاب و پاخانہ (۲) غسل جنابت جبکہ مسجد میں کرنا ممکن نہ ہو، ٹھنڈک یا جمعہ کے غسل کیلئے باہر جانا جائز نہیں (۳) وضو جبکہ مسجد میں رہتے ہوئے کرنا ممکن نہ ہو اور غسالہ بھی مسجد میں نہ گرے (۴) کھانے پینے کی اشیاء باہر سے لانا جبکہ کوئی لانے والا نہ ہو اور کھانا پینا مسجد میں ہی ہو (۵) مؤذن کا اذان کے لئے باہر جانا (۶) مسجد کے گرنے کی صورت میں یا کسی اور شدید ضرورت کی وجہ سے دوسری مسجد میں منتقل ہونا بشرطیکہ راستہ میں کہیں ٹھہرنا نہ ہو (۷) جمعہ کے لئے اسی شہر کی جامع مسجد میں جانا مگر تقریر سننے کیلئے زیادہ دیر پہلے نہ جائے۔ ان ضروریات کے علاوہ اگر کسی اور مقصد سے باہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

نماز جنازہ اور عیادت

نماز جنازہ میں شرکت یا کسی کی بیماری پرسی کے لئے معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے لیکن اگر قضائے حاجت کے لئے نکلا تھا اور ضمناً راستہ میں کسی کی بیمار پرسی کرلی یا نماز جنازہ میں شامل ہوگیا تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ مسجد سے نکلتے وقت جنازہ میں شرکت یا بیمار پرسی کی نیت نہ ہو بلکہ قضائے حاجت کی نیت ہو پھر ضمناً شرکت کرلے اور یہ کام راستہ میں ہوں راستہ سے ہٹنا نہ پڑے تو جائز ہے۔

آداب اعتکاف

معتکف کو غیر ضروری باتوں سے بچنا چاہئے اور جس قدر وقت ملے تلاوت قرآن کریم اور دیگر عبادات اذکار و تسبیحات میں گذارنا چاہئے علم دین کا پڑھنا پڑھانا وعظ و نصیحت کرنا اور دینی کتب کا مطالعہ بھی موجب ثواب ہے۔

مباحات اعتکاف

حالت اعتکاف میں درج ذیل کام بلا کراہت جائز ہیں۔

(۱) کھانا پینا (۲) سونا (۳) ضروری خرید وفروخت بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لائے (۴) بضرورت کلام کرنا (۵) نکاح یا کوئی عقد کرنا (۶) کپڑے بدلنا (۷) خوشبو لگانا (۸) کپڑے دھونا (۹) قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔

مفسدات اعتکاف

مندرجہ ذیل چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) بلا ضرورت شرعی مسجد سے باہر نکلنا خواہ جان بوجھ کر یا بھول کر یا غلطی سے بہر صورت اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے البتہ اگر بھول کر یا غلطی سے باہر نکلا تو گناہ نہیں ہوگا (۲) کسی شرعی ضرورت سے باہر نکلا ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی باہر ٹھہرا تو اعتکاف جاتا رہا (۳) اعتکاف میں چونکہ روزہ شرط ہے اس لئے روزہ توڑنے سے بھی اعتکاف جاتا رہا چاہے کسی بھی وجہ سے روزہ توڑا ہو (۴) جماع کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے چاہے عمداً کرے یا سہواً دن میں کرے یا رات کو مسجد میں ہو یا خارج مسجد (۵) بوس وکنار سے اگر انزال ہو جائے تو اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مکروہات اعتکاف

مندرجہ ذیل چیزیں معتکف کیلئے مکروہ ہیں۔

(۱) بالکل خاموشی اختیار کر لینا (۲) فضول یا بلا ضرورت باتیں کرنا (۳) سامان تجارت مسجد میں لا کر فروخت کرنا (۴) اعتکاف کے لئے ضرورت سے زائد جگہ گھیرنا جس سے دوسرے معتکفین یا نمازیوں کو تکلیف ہو (۵) اجرت پر کام کرنا۔

اعتکاف کا توڑنا

مندرجہ ذیل وجہوں سے اعتکاف توڑ دینا جائز ہے۔

(۱) اعتکاف کے دوران ایسی بیماری ہو گئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہ ہو

تو اعتکاف توڑنا جائز ہے (۲) کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لئے بھی اعتکاف توڑ کر باہر نکلنا جائز ہے (۳) ماں باپ یا بیوی بچوں میں سے کوئی سخت بیمار ہو (۴) کوئی جنازہ آئے اور نماز پڑھنے والا کوئی نہ ہو (۵) کوئی شخص زبردستی باہر نکال کرلے جائے مثلاً حکومت کی طرف سے گرفتاری وارنٹ آجائے۔

ان تمام صورتوں میں مسجد سے باہر نکلنا گناہ تو نہیں مگر اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

اعتکاف کی قضاء

اگر اعتکاف ٹوٹ جائے تو فقط اسی روز کے اعتکاف کی قضا ضروری ہے جس دن کا اعتکاف ٹوٹ گیا ہے پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔ قضاء کا طریقہ یہ ہے کہ اگر رمضان باقی ہو تو ایک دن روزہ سے قضا کرلے اگر یہ ممکن نہ ہو تو بعد میں کسی بھی دن روزے کے ساتھ اعتکاف کرے۔

عورتوں کا اعتکاف

اعتکاف کی فضیلت مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے عورتیں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں عورتوں کا اعتکاف گھر میں ہوتا ہے ان کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہئے گھر میں جو جگہ نماز کیلئے بنائی ہوئی ہے عورت اس جگہ اعتکاف کیلئے بیٹھ جائے اگر کوئی جگہ مخصوص نہ ہو تو بنا کر اس میں اعتکاف کرلے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو عارضی طور پر گھر کے کسی بھی حصے کو اعتکاف کیلئے مخصوص کر کے اس میں اعتکاف کرے۔ شادی شدہ عورت کو اعتکاف کیلئے خاوند کی اجازت لینا ضروری ہے لہٰذا شوہر کو چاہئے کہ وہ بلا وجہ عورت کا اعتکاف سے منع نہ کرے۔ عورت کیلئے ضروری ہے کہ وہ بحالت اعتکاف حیض ونفاس سے پاک ہو اگر دوران اعتکاف ماہواری شروع ہو جائے تو عورت پر واجب ہے کہ اعتکاف چھوڑ دے اور بعد میں صرف ایک دن کی قضا کرلے اگر رمضان المبارک میں وقت مل جائے تو وہی روزہ کافی ہوگا ورنہ ایک دن الگ روزہ رکھ کر قضا کرلے۔

عورت کو بغیر شرعی عذر کے اعتکاف کی جگہ سے ہٹنا جائز نہیں ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا جن وجہوں سے مردوں کو اعتکاف سے نکلنا جائز ہے انہیں وجہوں سے عورتیں بھی اعتکاف چھوڑ سکتی ہیں جن کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ عورت اعتکاف کے دوران سینے پرونے کا کام

کرسکتی ہے گھر کے کاموں میں اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے ہدایت بھی دے سکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ اعتکاف میں زیادہ توجہ عبادت کی طرف دے۔

فائدہ: معتکف بحالت اعتکاف نیک اعمال تلاوت قرآن کریم ذکر واذکار اور دیگر عبادات میں مصروف رہے اور بعض خاص اعمال صلوٰۃ التسبیح، صلوٰۃ الحاجہ، تحیۃ الوضو، نماز اشراق، صلوٰۃ الاوابین نماز تہجد کا بھی اہتمام رکھے کیونکہ ان اعمال کی احادیث میں خاص فضیلت آئی ہے، واللہ الموفق والمعین۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے اس کے پڑھنے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے معاف ہو جاویں گے اور فرمایا تھا اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھ لو اگر ہفتہ میں نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں پڑھ لیا کرو ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ لو (ترمذی شریف)

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سبحانك اللّٰھم اور الحمد اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ مرتبہ یہ پڑھے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر رکوع میں جائے اور سبحان ربی العظیم کہنے کے بعد دس مرتبہ پھر یہی پڑھے پھر رکوع سے اٹھے اور ربنا لك الحمد کے بعد دس مرتبہ پڑھے پھر سجدے میں جائے اور سبحان ربی الاعلی کے بعد پھر دس مرتبہ یہی پڑھے پھر سجدے سے اٹھ کر دس مرتبہ پڑھے اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے اس میں بھی دس مرتبہ پڑھے پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھے اور دس مرتبہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اسی طرح دوسری رکعت میں التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے وہی دعا دس مرتبہ پڑھ لے تب التحیات پڑھے اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے (بہشتی زیور حصہ دوم)

شب قدر کا بیان

مسنون اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے اور اسی مبارک عشرہ میں شب قدر جیسی عظیم رات بھی ہے اور اعتکاف کا مقصد بھی اس مبارک اور عظیم رات کی برکات کو حاصل کرنا ہے اس لئے نہایت ضروری معلوم ہوا کہ ذیل میں اختصار کے ساتھ لیلۃ القدر کا بیان بھی ہدیہ قارئین کر دیا جائے، وباللہ التوفیق۔

فضیلت شب قدر

اس رات کی فضیلت اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے متعلق پوری ایک سورت نازل فرمائی جو سورۃ القدر کے نام سے مشہور ہے اس میں اس رات کو ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا گیا ہے ہزار مہینے کے تراسی سال چار ماہ ہوتے ہیں جو شخص اس رات کو عبادت میں گذار دے گویا اس نے تراسی سال سے بھی زیادہ وقت عبادت میں گزار دیا کیسی سعادت اور خوش بختی کی بات ہے یقیناً وہ افراد خوش قسمت ہیں جو اس رات میں عبادت کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہوا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔یعنی محض اس عبادت کی وجہ سے اس کے تمام چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور بڑے گناہ بھی توبہ کرنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔

شب قدر کی تعیین

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (الحدیث) اس حدیث سے واضح ہے کہ یہ رات آخری عشرہ کی طاق راتوں یعنی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ میں سے کوئی ایک رات ہے بہت سے صحابہ کرام اور تابعین کی رائے ہے کہ وہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے لہٰذا آخری عشرہ کی تمام طاق راتوں بطور خاص ستائیسویں رات کو عبادت میں گزارنا چاہئے تاکہ لیلۃ القدر کے ثواب سے محرومی نہ ہو۔ حدیث پاک میں اس رات کی خیر سے محروم رہنے والے کو تمام خیر سے محروم رہنے والا فرمایا گیا ہے

اوراس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ جوشخص اتنی بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھودے وہ یقیناً محروم ہی ہے۔ ۸۴سال کی عبادت کے لئے شب قدر میں جاگنا اور عبادت کرنا اس کے لئے بالکل مشکل نہیں جسے اس کی عظمت اوراہمیت کا اندازہ ہواگر ذرہ سا چسکا پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں بھی جاگی جاسکتی ہیں کسی نے سچ کہا ہے۔ ؂

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

ثواب کی امید رکھنے کیلئے ان راتوں میں جاگنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ ؂

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال صد سال می تواں بتمنا گریستن

شب قدر کے اعمال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ یوں کہو! اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف کردے (مشکوٰۃ شریف)

یہ نہایت ہی جامع دعا ہے اگر حق تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے۔ ؂

من نگویم کہ طاعتم بپذیر قلم عفو بر گنا ہم کش

اس رات میں جتنی دیر جاگنا ہو بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرلے ایک حصہ میں نوافل پڑھے اور ایک حصہ میں تلاوت کلام اللہ میں مشغول رہے اور تیسرا حصہ استغفار درود شریف دعاء وغیرہ میں گذاردے قرآن کریم کی آیت گرامی اتل ما اوحی الیك من الكتٰب واقم الصلٰوة ان الصلٰوة تنهٰى عن الفحشاء والمنكرولذكر الله اكبر (پارہ۲۱) میں انہی تینوں عبادتوں کوایک جگہ جمع کیا گیا ہے اس لئے یہ تینوں عبادتیں کرلے، واللہ الموافق والمعین۔

حق تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک، اعتکاف، لیلۃ القدر کی برکات نصیب فرمائیں اور محرومی سے بچائیں! آمین۔

مولانا محمد عبداللہ عمر کبیر والا

عظمت حاملین قرآن

جس طرح اللہ جل شانہ رب العالمین اور ان کے رسول ﷺ رحمۃ للعلمین ہیں اسی طرح قرآن مجید ذکر للعلمین ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ برکات کا سرچشمہ ہے، ہدایت کا مجموعہ، رحمتوں کا خزانہ اور انعامات خداوندی کا منبع ہے، فرمانبرداروں کو خوشخبریاں اور عقل والوں کیلئے سراپا نصیحت ہے، قرآن مجید، ایسا نور ہے جس سے ہم ضلالت و گمراہی کے تمام اندھیروں کو دور کرسکتے ہیں، قرآن مجید ایسا نسخہ کیمیا ہے جس سے ہم اپنی تمام روحانی بیماریوں کا علاج کرسکتے ہیں، قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کی بنیاد پر ہم زمانے میں انقلاب برپا کرسکتے ہیں اور اپنی کھوئی ہوئی عزت وحشمت بحال کرسکتے ہیں۔

قرآن مجید ایسا راستہ ہے جو سیدھا اللہ کی رضا اور جنت تک لے جاتا ہے، قرآن مجید ایسا خزانہ ہے جس سے ہم اپنے گھروں، شہروں اور ملکوں کو ایسا مالا مال کرسکتے ہیں کہ ہمیں غیروں کی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت نہ پڑے، قرآن مجید ایسا سایہ دار درخت ہے جو اپنے بیٹھنے والے کو قلبی سکون اور راحت کا سامان مہیا کرتا ہے، قرآن مجید ایسا امام ہے جو اپنے مقتدی کو زمانے بھر کا مقتدیٰ بنا دیتا ہے، قرآن مجید ایسا باوفا ساتھی ہے جو قبروں میں بھی ساتھ نبھاتا ہے اور حشر میں بھی وفا کا حق ادا کرتا ہے، قرآن مجید ایسا سفارشی ہے جو وہاں بھی سفارش کرے گا جہاں انبیاء بھی ہچکچائیں گے، قرآن مجید ایسا مؤثر ہے کہ وہ حامل قرآن کو فائر پروف بنا دیتا ہے کہ اس پر جہنم کی آگ بھی اثر نہیں کرتی۔

جب قرآن اتنی خصوصیات کا حامل ہے تو بڑی ہی بدقسمتی ہے کہ ہم قرآن کو اپنی زندگی کیلئے مشعل راہ نہ بنائیں، آیئے خود اور اپنی اولادوں کو قرآن کی نسبت کے ساتھ جوڑیں اور پھر ان تمام فضائل اور کمالات سے وافر حصہ حاصل کریں، جو جناب رسول اللہ ﷺ نے حاملین

قرآن کے بارے میں ارشادفرمائے ، ذیل میں حاملین قرآن کے بارے میں چندفضائل ومناقب درج کئے جاتے ہیں،بعیدنہیں اللہ راقم اور قارئین کوان میں سے حصہ مرحمت فرمادیں ۔

قرآن پڑھنے کی فضیلت

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فان المعلم اذاقال للصبی قل بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم فقال کتب اللّٰہ له براء ة للصبی وبراء ة للمعلم وبراء ة لابویه (مسندالفردوس للدیلمی)

آپ ﷺ نے ارشادفرمایاجب استاد بچے کوقرآن پاک کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھاتا ہے تو اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے،حکم ہوتا ہے کہ اے جبرئیل امین علیہ السلام اس بچے کے متعلق میں نے جہنم سے آزادی کافیصلہ لکھ دیا ہے اوراس کے قرآن پڑھنے کی برکت سے اس کے استاداوراس کے ماں باپ پربھی جہنم کی آگ کوحرام کردیا ہے ۔

طبقات امت سےاونچاطبقہ

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اشراف امتی حملة القرآن واصحاب اللیل (کنزل العمال ج اص ۵۱۰)

حضور ﷺ نے ارشادفرمایامیری امت کے کافی طبقات ہوں گے ،صدور کا طبقہ ،وزراء کا طبقہ،فوج کا طبقہ، ڈاکٹروں کا طبقہ، سائنسدانوں ، انجینئروں کا طبقہ، وکیلوں اورججوں کا طبقہ، یہ سب طبقات اپنی اپنی شان رکھتے ہیں لیکن یہ سب لوگوں کے معیار ہیں کامل نبی ﷺ کا کامل معیار دیکھیں کہ میری امت کے تمام طبقات میں سے سب سے اونچا اورافضل ترین طبقہ حاملین قرآن کا ہے یعنی حفاظ اورقراء کا یا شب بیداروں کا۔

حاملین قرآن واجب التکریم ہیں

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اکرمواحملة القرآن من اکرمهم فقداکرمنی ومن اکرمنی فقداکرام اللّٰہ الافلا تنقصواحملة القرآن حقوقهم فانهم من اللّٰہ بمکان کادحملة القرآن ان یکونوا انبیاء الاانهم لا یوحی

الیھم (کنزالعمال ج اص ۵۲۲)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم قرآن کے حافظ اور اس کے عاملوں کی عزت واحترام کیا کرو جس نے حاملین قرآن کی عزت کی اس نے میری (محمد ﷺ) کی عزت کی اور جس نے میری عزت کی اس نے اللہ کی عزت کی خبردار حاملین قرآن کی حق تلفی نہ کرنا، کیونکہ ان کا اللہ کے نزدیک ایک درجہ ہے، کہ قریب ہے اللہ تعالیٰ حاملین قرآن کو انبیاء کا درجہ دیدیں، مگر ان کی طرف وحی نہیں کی جائے گی۔

حاملین قرآن کی نیند

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النوم علی علم خیرمن صلوۃ علی جھل۔

آپ ﷺ نے فرمایا علوم قرآن سے ناواقف آدمی کی ناواقفی والی نماز اور عبادت کے مقابلہ میں حافظ اور عامل قرآن کی بستر والی نیند بہتر ہے، کیونکہ اس نیند کی نسبت قرآن کی طرف ہے۔

حاملین قرآن کی زیارت عبادت ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس من العبادۃ النظر الی الکعبۃ والنظر الی المصحف والنظر الی الوالدین والنظر الی زمزم وھی تحط الخطایا والنظر الی وجہ العالم (دارقطنی)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ چیزوں کی زیارت بھی عبادت ہے (۱) کعبۃ اللہ کی زیارت (۲) قرآن پاک کی زیارت (۳) ماں باپ کی زیارت (۴) آب زمزم کی زیارت (۵) عاملین قرآن کی زیارت یعنی علماء کے چہرے کی زیارت بھی عبادت ہے۔

حاملین قرآن مستجاب الدعوات

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ختم القرآن فلہ دعوۃ مستجابۃ (مجمع الزوائد ج ۷ص ۱۷۲)

آپ ﷺ نے ارشادفرمایا جس نے قرآن مکمل کیا تو اس تکمیل قرآن کی برکت سے یہ اتنا اونچا اور بلند بالا ہوگیا کہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر یہ جو دعا کرے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔

شرکاءِ ختم قرآن کی حیثیت

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من شھد ختم القرآن فکانما شھد الغنائم حین تقسم (کنزالعمال ج ۱ ص ۵۴۳)

حاملین قرآن کی اتنی برکت ہے کہ جس مجلس میں حافظ قرآن کریم مکمل کرتا ہے اس کیلئے تو مقبول دعا ہوتی ہی ہے مگر اس مجلس میں شریک ہونے والے بھی اتنی اونچی شان والے بن جاتے ہیں گویا کہ وہ مسلمانوں کی مال غنیمت (جو مال غنیمت اللہ کے نبی ﷺ تقسیم فرمایا کرتے تھے) کی تقسیم میں شریک ہیں۔

حاملین قرآن کیلئے برزخی راحت

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذامات حامل القرآن اوحی اللّٰہ الی الارض ان لاتاکلی لحمہ قالت الٰھی کیف اکل لحمہ وکلامک فی جوفہ (کنزالعمال ج ۱ ص ۵۵۵)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا حافظ قرآن جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ قبر کے گڑھے کی طرف وحی (الہام) کرتے ہیں کہ میرے قرآن والا شہزادہ تیرے پاس آرہا ہے، اس کے گوشت کو نہیں کھانا ،قدرت خداوندی سے قبر کی مٹی کو قوت گویائی حاصل ہوتی ہے وہ کہتی ہے یاالٰہی میں اس کے گوشت کو کیسے کھاسکتی ہوں؟ جس کے سینے میں تیراپاکیزہ کلام موجود ہو۔

نوٹ:

یہ ادنیٰ سے حافظ اور حامل قرآن کا اعزاز واکرام ہے کہ زمین اس کے مرنے کے بعد اس کے جسم کو نہیں کھاتی ،تو وہ عظیم ہستی جس پر خداوند قدوس نے قرآن کریم نازل کیا، جس نے قرآن کو اپنا اخلاق بنایا، اپنا اوڑھنا، بچھونا بنایا، اس کے حلال کو حلال سمجھا، حرام کو حرام سمجھا، ان

صفات کے حامل و عامل قرآن جناب رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کو بھلا کیونکر زمین کھائے گی، فیا للعجب، اس حدیث کے بعد بھی منکرین حیات النبی ﷺ کی آنکھیں نہ کھلیں تو بغض وعناد کے ماسوا کچھ نہیں کہا جا سکتا، اللھم اھدنا الصراط المستقیم ۔

حاملین قرآن کے والدین کا اعزاز بروز محشر

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ قال من قرء القرآن وعمل بما فیھا البس والداہ تاجا یوم القیامة ضوئه احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا (ابوداؤد ج۱ص۲۱۲)

آپ ﷺ نے جس نے قرآن حفظ کیا اور اس کے مقتضی یعنی حلال کو حلال سمجھا، حرام کو حرام جان کر اس پر عمل کیا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی کے مقابلے میں دنیا کے سورج کی روشنی ہیچ معلوم ہوگی۔

حاملین قرآن کا آخرت میں اعزاز

قال رسول اللہ ﷺ یقال لصاحب القرآن اقراء وارق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلتك عند آخر آیة تقرء بھا (ترمذی ج۲ص۱۱۹)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آخرت میں حافظ قرآن کو اللہ کی طرف سے خوشخبری پوری کائنات کے سامنے یوں سنائی جائے گی اے سعادت مند حافظ و عامل قرآن، آیات پڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں مزے لے لے کر پڑھا کرتا تھا، بس جہاں قرآن کی آخری آیت ختم ہوگی وہی مقام تیرا آخری بلند ٹھکانہ ہوگا۔

تو دیکھئے یہ ہے نسبت قرآن کہ قرآن کی وجہ سے کیا کیا عظمتیں، رفعتیں، انعامات واعزازات نصیب ہو رہے ہیں، خداوند عالم قرآن کا ادب واحترام کرتے ہوئے اس پر عمل کر کے تمام فضائل ومناقب میں ہمارا وافر حصہ فرمائے۔

آمین یا رب العالمین ۔

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ

احکام عید الفطر وصدقۃ الفطر

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص بیدار رہا عیدین کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کیلئے اس کا دل نہ مرے گا جس دن سب دل مردہ ہوں گے (ترغیب عن ابن ماجہ و معناہ عن اوسط الطبرانی والکبیر) اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر قوم کیلئے عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (مدینہ میں) تشریف لائے اور ان (اہل مدینہ) کیلئے دو روز تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے، پس آپ ﷺ نے دریافت کیا یہ دونوں دن کیا ہیں، انہوں نے عرض کیا ان میں ہم کھیل کود کیا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں، پس رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو اللہ نے ان دو دنوں کے بدلہ میں ان سے اچھے دو دن عطا فرمائے ہیں، بقرعید کا دن اور عید کا دن (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ فرشتوں پر فخر کرتا ہے، پس ارشاد فرماتا ہے اے میرے فرشتو، کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کر دیا ہو، وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا ثواب پورا دیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے اور بندیوں نے میرے فرض کو پورا کر دیا جو ان پر ہے، پھر نکلے کہ فریاد کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں قسم ہے اپنی عزت وجلال کی اور اپنے کرم کی اور اپنے علو (شان) کی اور اپنے مرتبہ کے بلند ہونے کی میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا، پس (اپنے بندوں سے خطاب) فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤ تم تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور بدل دیا تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے (آنحضرت ﷺ نے) ارشاد فرمایا پس وہ (نماز کے بعد) بخشے ہوئے لوٹتے ہیں (بیہقی)۔

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کہ عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے رستہ کے

دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں، پس پکارتے ہیں اے مسلمانوں کے گروہ چلو رب کریم کی طرف جو احسان کرتا ہے بھلائی کے ساتھ پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے (یعنی خود ہی توفیق عبادت دیتا ہے، پھر خود ہی ثواب عنایت کرتا ہے) اور تحقیق تم کو قیام لیل کا حکم دیا گیا تھا، پس تم نے قیام کیا اور تم کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا، پس تم نے روزے رکھے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی، پس تم انعام حاصل کرو، پھر جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو منادی پکارتا ہے، آگاہ ہو جاؤ بے شک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا، پس لوٹو تم اپنے گھروں کی طرف کامیاب ہو کر، پس وہ یوم الجائزہ ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم الجائزہ (انعام کا دن) رکھا جاتا ہے (جمع الفوائد عن الکبیر)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ (صدقہ فطر) ایک صاع گیہوں کا دو شخصوں کی طرف سے ہے چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، سب کی طرف سے نصف نصف صاع ہے، بہر حال تم میں جو غنی ہو اس کو اللہ تعالیٰ پاک کر دیتا ہے (صدقہ فطر ادا کرنے کی وجہ سے) اور تم میں جو فقیر ہو (اور پھر بھی صدقۂ فطر دیدے) تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے دینے سے بھی زیادہ عطا فرما دیتا ہے (ابوداؤد)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کو فرض کیا ہے روزے کو بے فائدہ اور فحش باتوں سے پاک کرنے کے واسطے اور مساکین کو کھلانے کے واسطے (ابوداؤد) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر کا ایک صاع مقرر فرمایا ہے، کھجور سے یا ایک صاع جو سے اور حکم دیا ہے کہ وہ ادا کیا جائے نماز (عید) میں جانے سے پیشتر (متفق علیہ)

پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ گیہوں نصف صاع دی جاتی ہے، کشمش بھی نصف صاع واجب ہے، اگر کوئی شخص علاوہ ان چار چیزوں (یعنی گندم، کشمش، تمر، جو) کے دینا چاہے تو قیمت کا اعتبار ہے، پس صاع گندم کی یا ایک صاع جو کی جو قیمت ہو اتنی قیمت کے چاول وغیرہ دیئے جائیں اور صاع دو سو تہتر تولہ کا ہوتا ہے اور نماز عید سے پیشتر صدقۂ فطر کا ادا کرنا مستحب ہے اگر بعد میں دیا جائے تب بھی جائز ہے۔

اور آنحضرت ﷺ عید اور بقرعید کے روز عید گاہ میں تشریف لے جاتے ، پس اولاً نماز پڑھتے ، پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور لوگ صف باندھے بیٹھے رہتے ، پس آپ خطبہ پڑھتے (متفق علیہ)

ف : نماز کے بعد خطبہ میں خاموش بیٹھے رہنا واجب ہے ، پس جو لوگ شور غل مچاتے ہیں وہ سخت گناہگار ہوتے ہیں اور اسی طرح جو لوگ خطبہ چھوڑ کر چل دیتے ہیں وہ بھی برا کرتے ہیں اور جو لوگ بیٹھتے ہیں وہ بھی صف کا لحاظ نہیں رکھتے حالانکہ صف باندھے رہنا چاہئے ، البتہ اگر کوئی شخص بیچ میں سے اٹھ کر چل دیا اس واسطے صف ٹوٹ گئی ہو تو ان بیٹھنے والوں کو گناہ نہ ہوگا بلکہ جو چلا گیا ہے یہ صف توڑنا اس کا فعل ہے ، واللہ اعلم ۔ اور آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو ایسا ہو گیا جیسا کہ ہمیشہ (یعنی سال بھر روزے رکھے) (مسلم)

ف : اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلہ میں دس نیکیاں ملتی ہیں ، پس رمضان کے روزے رکھنے سے دس ماہ کے روزوں کا ثواب مل چکا تھا ، چھ روزے اور رکھے تو بقیہ دو ماہ کا ثواب حاصل ہوگا ۔

اور حضور ﷺ عیدین کے خطبہ میں تکبیر بکثرت پڑھا کرتے تھے (ابن ماجہ) اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے بے شک نجات پائی اس شخص نے جس نے زکوۃ دی (یعنی صدقۃ فطر ادا کیا) پھر اللہ کا نام لیا (یعنی تکبیر پڑھی) پھر نماز پڑھی ۔

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے زکوۃ سے مراد صدقۂ فطر اور نماز سے نماز عید مراد ہونا نقل کیا ہے ، کذافی الدر المنثور اور حضرت مولانا تھانوی مدظلہم نے فرمایا ہے کہ اس تفسیر پر اگر وذکر اسم ربہ سے راستہ میں تکبیر کہنا مراد لے لیا جائے تو بعید نہیں ہے ۔ فقط

کپڑوں کا لوگ بہت اہتمام کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض لوگ قرض لے کر نئے کپڑے بنواتے ہیں ، بعض مستعار کپڑے پہنتے ہیں ، اس اہتمام کی بھی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ سنت یہ ہے

کہ ہر شخص کے پاس جو کپڑے ہیں ان میں سے جو اچھے ہوں وہ پہنے۔

عید الفطر کے دن بارہ چیزیں مسنون ہیں:

(۱) شرع کے موافق آرائش کرنا (۲) غسل کرنا (۳) مسواک کرنا (۴) عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا (۵) خوشبو لگانا (۶) صبح سویرے اٹھنا (۷) عیدگاہ سویرے جانا (۸) عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھانا (۹) عیدگاہ جانے سے قبل صدقۂ فطر دینا (۱۰) عید کی نماز کیلئے عیدگاہ میں جائے بلاعذر شہر میں نہ پڑھے (۱۱) جس راستہ سے جائے اس کے علاوہ دوسرے راستہ واپس آنا (۱۲) پیادہ جانا اور راستہ میں اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد آہستہ پڑھتا جائے۔

عید الفطر کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ اول یوں نیت کرے: میں دو رکعت واجب عید الفطر مع چھ تکبیروں کے ادا کرتا ہوں، پھر یہ نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ باندھ لے، اور سبحانک اللھم لاالہ غیرک تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور پہلی دوسری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دے مگر تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے اور امام قراءت شروع کرے اور مقتدی خاموش کھڑے رہیں اور حسب دستور رکوع سجدہ وغیرہ کریں، پھر جب دوسری رکعت میں امام قراءت کر چکے تو تین تکبیریں مثل سابق کے کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ چھوڑ دے اور پھر ہاتھ اٹھائے بغیر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

خطبہ عیدین کا سنت ہے اور حاضرین پر اس کا سننا واجب ہے، اس وقت بولنا، چالنا، نماز پڑھنا وغیرہ حرام ہے۔

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ بعد نماز عید آپس میں معانقہ اور مصافحہ کرتے ہیں اور اس کو ضروری خیال کرتے ہیں یہ بالکل بدعت ہے ہاں جو لوگ باہر کے آئے ہیں اگر ان میں سے بوجہ ملاقات کے مثل اور ایام کے معانقہ اور مصافحہ کیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ عید کے روز باہم ایک دوسرے کو اس لفظ سے تہنیت دینا تقبل اللہ منا و منکم یا اس کے ہم مضمون لفظ سے جیسا عید مبارک وغیرہ جائز اور فی الجملہ مستحب ہے بشرطیکہ بطور رسم کے پابندی کے ساتھ نہ ہو۔

اگر عید جمعہ کے روز واقع ہو تو دونوں کی نماز لازم ہے، اول واجب دوسری فرض بعض

بے علم جمعہ کے روز عید واقع ہونے کو نامبارک سمجھتے ہیں یہ زعم بالکل باطل ہے بلکہ اس میں دو برکتیں جمع ہو جائیں گی، کسی نے خوب کہا ہے۔

عید و عید وعید صرن مجتمعة وجه الحبيب ويوم العيدو الجمعة

ترجمہ: ایک عید اور دوسری اور تیسری، روئے محبوب اور عید اور جمعہ بھی۔

تنبیہ اول

صدقۂ فطر صاحب نصاب پر جیسا اپنی طرف سے واجب ہے اسی طرح باپ کے ذمہ اپنے نابالغ بچوں کی طرف سے بھی واجب ہے، گووہ کتنے ہی چھوٹے ہوں۔

تنبیہ دوم

بعض لوگ صدقۂ فطر مؤذنوں اور اماموں کو اس طرح دیتے ہیں کہ جب ان کو مسجد میں رکھتے ہیں تو منجملہ اور اشیاء کے ایک صدقۂ فطر کو بھی ان کی اذان یا امامت کی اجرت میں شرط ٹھہرا لیتے ہیں کہ ہر سال صدقۂ فطر بھی ملا کرے گا تو اس طرح شرط کر کے ان لوگوں کو صدقۂ فطر دینے سے ادا نہیں ہوتا، اگر ایسا کیا گیا ہے تو اس قدر دوبارہ فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے، ہاں اگر بغیر کسی شرط کے صرف غریب سمجھ کر ان ہی کو دے دیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر کسی جگہ مشروط تو نہ ہو مگر معروف ہو تو ایسی جگہ ان کو مسجد میں رکھتے وقت تصریحاً اس کی نفی کر دینا چاہئے کہ صدقۂ فطر نہ ملے گا۔

اضافۂ مفیدہ

ماہ شوال میں چھ دن نفل روزہ رکھنے کی فضیلت اور دوسرے نفل روزوں سے بہت زیادہ ہے جن کو کہ "شش عید کے روزے" کہتے ہیں، لیکن اس میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کو عید کے اگلے ہی دن سے شروع کردے تب تو وہ ثواب ملتا ہے ورنہ نہیں ملتا، تو یہ خیال غلط ہے بلکہ اگر مہینہ بھر میں بھی ان کو پورا کر لیا تو ثواب ملے گا خواہ عید کے اگلے ہی دن شروع کرے یا بعد کو شروع کرے اور خواہ لگاتار رکھے یا متفرق طور پر رکھے ہر طرح ثواب ملے گا۔

بعض لوگ ان چھ روزوں میں اپنے پچھلے قضا روزوں کو محسوب کر لیتے ہیں کہ "شش عید کے روزے" بھی ہو گئے اور قضا بھی ادا ہو گئی، تو خوب سمجھ لو کہ ان میں قضا کی نیت کرنے سے وہ فضیلت شش عید کی حاصل نہ ہو گی، قضا الگ ادا کرے اور ان کو ثواب کیلئے الگ رکھے، گو بعض کتابوں میں اس کو لکھ دیا ہے لیکن قواعد کے خلاف ہونے سے وہ صحیح نہیں، خوب سمجھ لو۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط ۹)

۵۔احکام دستوریہ

جن کا تعلق نظام حکومت اور اس کے اصول سے ہو اور اس کا مقصد حاکم اور محکوم کے تعلق کی حد بندی اور افراد و جماعات کے حقوق کی پختگی ہوتی ہے۔

قوانین شرعیہ اور قوانین مدنیہ پر کلام

قولہ تعالی :ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ کبتوا کما کبت الذین من قبلھم

الکلام علی القوانین الشرعیۃ والقوانین المدنیۃ

قال فی الروح :قال المولی شیخ الاسلام سعداللّٰہ جلبی :وعلی ھذا ففیہ وعید عظیم للملوک وامراء السوء الذین وضعوا امورا خلاف ماحدہ الشرع وسموھا "الیسا والقانون" وقال شہاب الدین الخفاجی بعد نقلہ : وقد صنف العارف باللّٰہ الشیخ بہاء الدین قدس اللّٰہ روحہ رسالۃ فی کفر من یقول: یعمل بالقانون والشرع اذا قابل بینھما وقد قال اللّٰہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم وقد وصل الدین الی مرتبۃ فی الکمال لایقبل التکمیل واذا جاء نہر اللّٰہ بطل نہر معقل ولکن این من یعقل؟

ولیتنی رأیت ھذہ الرسالۃ ووقفت علی ما فیھا فان اطلاق القول بالکفر مشکل عندی فتامل ،ثم انہ لاشبھۃ فی انہ لاباس بالقوانین السیاسیۃ اذا وقعت باتفاق ذی الآراء من اھل الحل والعقد علی وجہ یحسن بہ الانتظام ویصلح امر الخاص والعام ومنھا تعیین مراتب التادیب

والزجر علی معاص وجنایات لم ینص الشارع فیھا علی حد معین بل فوض الامر فی ذلک لرای الامام فلیس ذلک من المحادۃ للّٰہ تعالی ورسولہ ﷺ فی شیٔ بل فیہ استیفاء حقہ تعالی علی اتم وجہ لمافیہ من الزجر عن المعاصی وھوامرھم للشارع علیہ السلام ویرشد الیہ مافی تحفۃ المحتاج ان الامام ان یستوفی التعزیر اذاعفی صاحب الحق لان الساقط بالعفو ھوحق الاذی والذی یستوی فیہ الامام ھوحق اللّٰہ تعالی للمصلحۃوفی کتاب الخراج للامام ابی یوسف علیہ الرحمۃ اشارۃ الی ذلک ایضا ولایعکر علی ذلک ونحوقولہ تعالی "الیوم اکملت لکم دینکم "لان المراد اکمالہ من حیث تضمنہ مایدل علی حکمہ تعالی للّٰہ خصوصا اوعموما ویرشد الی ھذاعدم النکیرعلی احدمن المجتھدین اذاقال بشیٔ لم یکن منصوصا علیہ لخصوصہ وفی ذلک ماثبت بالقیاس باقسامہ نعم القانون الذی یکون وراء ذلک بان کان مصادمالمانطقت بہ الشریعۃ الغراء زائغاعن سنن المحجۃالبیضاء فیہ مافیہ کمالایخفی علی العارف النبیہ

حضرت مفتی صاحب سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۵ ان الذین یحادون اللّٰہ ورسولہ کبتواکماکبت الذین من قبلھم کے تحت تفسیر روح المعانی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

شیخ الاسلام سعد اللہ چلپی فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں بادشاہوں اور بڑے امراء کیلئے بڑی وعید ہے جنہوں نے ایسے اصول وقوانین وضع کئے جو شرعی تعریف کے خلاف ہیں اس کا نام "الیساو القانون "رکھا، واللّٰہ مستعان علی ماتصفون۔

علامہ شہاب الدین خفاجی اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:

عارف باللہ شیخ بہاء الدین قدس اللہ تعالیٰ روحہ نے ایک رسالہ اس شخص پر تصنیف

فرمایا جو شخص یہ کہتا ہے جب قانون اور شرع میں تقابل ہو جائے تو قانون وشرع پر عمل کیا جائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور دین ایسے مرتبہ کمال پر پہنچ گیا کہ تکمیل کو قبول نہیں کرے گا۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ:

کاش کہ میں یہ رسالہ دیکھتا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے واقفیت حاصل کرتا اس قول کے مطابق میرے نزدیک کفر کا قول مشکل ہے اس بات میں یقیناً کوئی شبہ نہیں کہ جب سیاسی قوانین اہل حل وعقد میں سے اہل الرائے حضرات کے اتفاق سے قائم ہوں تاکہ انتظام اچھا بنایا جا سکے خاص اور عام افراد کے معاملات کی اصلاح ہو سکے تو ان امور میں یہ شامل ہیں، ادب کرنے کے مراتب کی تعیین، ایسے معاصی اور جنایات پر زجر وتوبیخ کرنا جن کے بارے شارع نے کوئی حد متعین نہیں فرمائی بلکہ اس میں معاملہ امام کی رائے کے سپرد کر دیا گیا اس میں اللہ اور اس کے رسول سے کوئی مناقشہ نہیں ہے بلکہ اس میں بدرجہ کمال اللہ تعالیٰ کے حق کو پورا کرنا ہے کیونکہ اس میں معاصی سے زجر وتوبیخ ہے جو کہ شارع کا ایک اہم فریضہ ہے۔

۶۔احکام دولیہ

اس کی دو قسمیں ہیں: ۱۔عام قانون دولی ۲۔خاص قانون دولی۔

جن کا تعلق مملکت اسلامیہ کے دوسری مملکتوں کے ساتھ معاملہ سے ہو وہ عام قانون دولی ہے۔اور جن کا تعلق مملکت اسلامیہ میں رہنے والے غیر مسلموں سے ہو وہ خاص قانون دولی ہے۔اور ان کا مقصد صلح اور لڑائی کے اعتبار سے مملکت اسلامیہ کی دوسری مملکتوں کے ساتھ تعلق کی تحدید ہے اور مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلق کی دولت اسلامیہ میں تحدید کرنا ہے۔

تعاون وتناصر کا اصول

قولہ تعالٰی:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوااللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب ۔

اصول التعاون والتناصر

یقتضی ظاهره ایجاب التعاون علی کل ماکان طاعة للّٰه تعالی لان البر هوطاعات اللّٰه ونهی عن معاونة غیرناعلی معاصی اللّٰه تعالی یامر اللّٰه تعالی عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وهوالبر وترک المنکرات وهوالتقوی ـ وینهاهم عن التناصر علی الباطل والتعاون علی المآثم والمحارم قال ابن جریر: الاثم ترک ماامر اللّٰه بفعله والعدوان مجاوزة ماحداللّٰه فی دینکم ومجاوزة مافرض اللّٰه علیکم فی انفسکم وفی غیرکم ـ

قال رسول اللّٰه ﷺ "انصر اخاک ظالماًاومظلوما "فقیل :یارسول اللّٰه ﷺ هذا نصرته مظلوما فکیف انصره اذاکان ظالما؟قال :تحجزه وتمنعه من الظلم فذاک نصره ـ

انفرد به البخاری من حدیث هیشیم به نحوه واخرجاه من طریق ثابت عن انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ انصر اخاک ظالماًاومظلوما قیل یارسول اللّٰه ﷺهذا نصرته مظلوما فکیف انصره ظالما قال :تمنعه من الظلم فذاک نصرک ایاه۔

وروی الحافظ ابوبکر البزاز بسنده عن عبد اللّٰه قال قال رسول اللّٰه ﷺ الدال علی الخیر کفاعله ثم قال :لانعلمه یروی الابهذا الاسناد۔

قلت وله شاهد فی الصحیح من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من اتبعه الی یوم القیامة لا ینقص ذٰلک من اجورهم شیئا ومن دعاعلی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من اتبعه الی یوم القیامة لاینقص ذٰلک من آثامهم شیئا۔

وروی ابوالقاسم الطبرانی بسنده :ان رسول اللّٰه ﷺقال:من مشی مع ظالم لیعینه وهویعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام۔ (جاری ہے)

یادرفتگاں — حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس سرہ

شیخ الحدیث محقق العصر حضرت العلامہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ پاکستان کے ممتاز عالم دین، عظیم محدث ومفسر، محقق ومصنف ،مدبر اور شیخ کامل تھے۔دارالعلوم دیوبند کے معروف فضلاء میں سے تھے۔

آپ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء کو ہزارہ صوبہ سرحد میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد ایک دیندار صوفی بزرگ نور احمد خان مرحوم مشہور ومعروف تھے ابتدائی وثانوی تعلیم مختلف مدارس میں حاصل کرنے کے بعد آپ مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند گئے اور ۱۹۴۳ء میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا جہاں آپ نے مشاہیر علماء شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہی ،حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی ،حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ،حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی سے مکمل دینی تعلیم حاصل کی اور سند الفراغ حاصل کی ۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت تعلیم کے بعد آپ واپس وطن آگئے اور گکھڑ گوجرانولہ میں دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہو گئے ،جامعہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانولہ میں کوئی نصف صدی تک تعلیم تدریس کی خدمت سرانجام دی اور بطور شیخ الحدیث والتفسیر آپ نے ہزاروں طالبان علم حدیث کواپنے فیض علمی سے سیراب وشاداب کیا۔

پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، برما، انڈونیشا ،افغانستان ،ایران ،سعودی عربیہ اور دیگر ممالک میں آپ کے تلامذہ کی تعداد تین ہزار سے زائد ہے درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف بھی آپ کا محبوب مشغلہ تھا اور پچاس سے زائد آپ نے دینی موضوعات پر کتب لکھی ہیں جو آپ کی علمی وتحقیقی مہارت کی دلیل ہیں اور پوری علمی دنیا آپ کی تصانیف سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

آپ کا روحانی سلسلہ شیخ وقت حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں سے منسلک تھا اور آپ نے ان سے سلوک وتصوف کی روحانی تعلیم حاصل کی تھی اور خلافت واجازت سے سرفرازی حاصل کی تھی ،آپ کے سینکڑوں مرید تربیت یافتہ ملک بھر میں موجود ہیں اورعوام وخواص کو مستفیض فرمارہے ہیں۔

آپ نے تحریک استحکام پاکستان اورتحریک ختم نبوت میں بھر پور حصہ لیا تھا ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ نے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اورکلمہ حق ادا کیا ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفی میں بھی اہم کردار ادا کیا اورکئی بارکئی کئی ماہ تک جیل میں رہے۔

بہرحال آپ نے پوری زندگی درس وتدریس ،خدمت حدیث ،تصنیف وتالیف ، اصلاح وتربیت،اور دینی علوم کی خدمت میں بسر کی ۔اخلاق وعادات زہد وتقویٰ اور مسلک ومشرب میں اپنے اکابر دیوبند کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

علم وعمل ،اخلاص وللہیت کا نمونہ تھےاوراس وقت اسلاف کی عظیم یادگار تھےافسوس کہ آپ ۲۹/ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ بمطابق ۵/مئی ۲۰۰۹ء بروزمنگل رات ایک بجے رحلت فرما گئے ،انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اورگکھڑ(گوجرانوالہ) میں تدفین عمل میں آئی آپ کی وفات تمام علمی ودینی حلقوں کیلئے ایک عظیم سانحہ ہے ،موت العالم موت العالَم ،کا منظر پیش نظر ہے۔

آپ کی علمی ،دینی ،تدریسی ،تصنیفی ،تحقیقی ،مسلکی اور روحانی خدمات سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ایسے عالم ذیشان اورمحدث ومحقق کہیں صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں حق تعالیٰ شانہ آپ کے درجات بلند فرمائیں اورپوری علمی دنیا کو صبر جمیل عطافرمائیں! آمین۔

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: تسہیل البخاری   مؤلف: شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالہادی شاہ منصوری
صفحات: ۲۴۸   ناشر: دارالعلوم تعلیم القرآن شاہ منصور ضلع صوابی۔

عارف باللہ شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا عبدالہادی صاحب نوراللہ مرقدہ صوبہ سرحد کی مشہور علمی اور روحانی شخصیت تھی، آپ حضرت مولانا حسین علی صاحب اور حضرت مولانا نصیرالدین غورغشتوی کے اجل تلامذہ وخلفاء میں تھے آپ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے صوبہ سرحد کے علاقہ میں درس قرآن کی داغ بیل ڈالی اور اس سرزمین کو قرآن کریم کی برکات سے منور کیا، آپ نے نصف صدی سے زیادہ خاموش اور پرجوش تدریسی خدمات انجام دیں، تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے مختلف علوم وفنون میں تحقیقی وتصنیفی خدمات انجام دیں، جو حضرت رحمہ اللہ کے علمی مقام پر دلالت کرتی ہیں، آپ رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی بھی ایک شرح تسہیل البخاری کے نام سے عربی زبان میں تالیف فرمائی تھی جو "دریا بکوزہ" کی مصداق ہے، اس شرح کا دوسرا ایڈیشن تقریباً چالیس سال بعد اب مولانا فضل امین خان حقانی کی کاوشوں کی بدولت زیور طبع سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے، اساتذہ حدیث اور منتہی طلبہ کو اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔

نام کتاب: دارالعلوم تعلیم القرآن شاہ منصور کی اسی سالہ خدمات   صفحات: ۱۳۶
مؤلف: مولانا فضل امین خان حقانی   ناشر: دارالعلوم تعلیم القرآن شاہ منصور صوابی۔

زیر تبصرہ کتاب شیخ القرآن حضرت مولانا عبدالہادی عرف شاہ منصور بابا جی رحمہ اللہ کے قائم کردہ گلشن دارالعلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات پر مشتمل ایک یادگار اور تاریخی دستاویز ہے، نوجوان فاضل مولانا فضل امین خان حقانی نے ترتیب دیا ہے اور ابتدائے مدرسہ سے لے کر اس وقت تک کی منتشر روئیداد کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے، ماشاءاللہ مؤلف کا قلم شستہ اور کتاب حوالہ جات سے مزین ہے، اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ بانی جامعہ کے حالات کتاب میں اختصار کے ساتھ مذکور ہیں لیکن ابھی حضرت کی خدمات کو مزید اجاگر کرنے کی ضرورت ہے، امید ہے کہ مؤلف زیدمجدہم اس تشنگی کو دور فرمائیں گے۔ (مولانا سید عبدالناصر ترمذی زیدمجدہ)

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۲۲ ررجب المرجب: حضرت صدر جامعہ مدظلہم جناب محمد حنیف صاحب کی دعوت پر چک ۱۸۹ شمالی ضلع سرگودھا تشریف لے گئے اور عشاء کے بعد بیان فرمایا، سالانہ امتحان مدرسہ علوم شرعیہ جھنگ صدر کیلئے حضرت مولانا ظفر اللہ صاحب مدظلہ اور دیگر اساتذہ تشریف لے گئے۔

۲۳ // //: مدرسہ احیاء العلوم چنیوٹ میں مولانا محمد حسین چنیوٹی صاحب کی دعوت پر حیات النبی ﷺ کے موضوع پر ایک گھنٹہ انتہائی مدلل اور جامع بیان فرمایا، اس سفر میں احقر اور مولانا محمد سجاد صاحب کو بھی حضرت صدر صاحب مدظلہ کے ہمراہ سفر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

۲۴ // //: وفاق المدارس العربیہ کے تحت طلبہ وطالبات کے سالانہ امتحانات کا آغاز ہوا، جامعہ ہذا میں طالبات کا امتحانی سنٹر قائم ہوا اور ہفتہ بھر امتحانات کا سلسلہ جاری رہا، جبکہ جامعہ کے طلبا کا سنٹر مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا میں قائم ہوا، جامعہ ہذا کے طلبا کرام حضرت مولانا محمد ظفر اللہ مدظلہ کی زیر نگرانی مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا سنٹر میں جمعہ کی شام کو پہنچ گئے۔

یکم شعبان المعظم: جامع مسجد حقانیہ میں جمعہ پڑھایا، عصر کے بعد ایک پروگرام کے سلسلہ میں سرگودھا تشریف لے گئے، جامعہ ہذا میں بعد نماز عصر احقر نے درس قرآن کریم دیا۔

۳ // //: ماسٹر حافظ محمد اقبال صاحب کی دعوت پر چک ۳۰ میں فہم دین کورس کے اختتام پر ایک گھنٹہ بیان فرمایا اور لوگوں میں دین کی اہمیت اجاگر فرمائی۔

۴ // //: جامعہ ہذا میں چار طلبا کی تکمیل حفظ قرآن کریم کے موقع پر طلبہ کو آخری سبق پڑھایا اور انتہائی بصیرت افروز بیان فرمایا۔

۶ // //: جامعہ ہذا میں درجہ حفظ قرآن مجید اور درجہ کتب (غیر وفاقی) کا سالانہ امتحان منعقد ہوا، اس سلسلہ میں مدرسہ علوم شرعیہ جھنگ سے علماء وقراء حضرات تشریف لائے اور طلبا کا امتحان ہوا۔

۷ // //: حضرت مولانا صالح محمد صاحب مدظلہم کی زیر صدارت جامعہ کا سالانہ اجلاس شوریٰ ہوا، جس میں مدرسہ کے اہم امور زیر بحث آئے اور آئندہ کیلئے مناسب اور مفید لائحہ عمل تیار کیا گیا۔

۸ 〃 〃 : جامعہ ہذا کے 55ویں سالانہ جلسے کی پہلی نشست کا آغاز جامع مسجد حقانیہ میں عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ کے بصیرت افروز بیان سے ہوا، جس میں دینی مدارس کی افادیت پر خوب روشنی ڈالی گئی، دوسری نشست بعد نماز عصر ہوئی اس میں حضرت عارف باللہ مدظلہ کا اصلاحی درس ہوا، تیسری نشست کا آغاز بعد نماز عشاء ہوا، جس میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب انوری مدظلہ فیصل آباد،مولانا اشرف علی صاحب سرگودھا کا بیان ہوا، پھر جناب مولانا طاہر مسعود صاحب مدظلہ سرگودھا نے جامعہ ہذا کا تعارف پیش کیا، حضرت مولانا قاری محمود احمد صاحب مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان کی تلاوت ہوئی، آخر میں حضرت مولانا قاضی عبدالرشید صاحب مدظلہم کا انتہائی بصیرت افروز تفصیلی خطاب ہوا، جس کو عوام وخواص نے بہت پسند کیا، پھر حضرت قاضی صاحب مدظلہ ہی کی دعا پر اس آخری نشست کا اختتام ہوا۔

۱۰ 〃 〃 : حضرت صدر جامعہ مدظلہ نے مبار یخان مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ میں ختم بخاری شریف کرایا اس کے علاوہ دراسات دینیہ اور ترجمہ قرآن کریم بھی ختم کرایا۔

۱۳ 〃 〃 : جامعہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں ماہانہ درس قرآن کریم دیا۔

۱۵ 〃 〃 : مدرسہ دلے والا میں طلبہ کی دستار بندی کے موقع پر خطاب فرمایا او جمعہ بھی پڑھایا خطاب میں مدارس کی اہمیت اور تحریک پاکستان کے حوالہ سے علماء کی خدمات جلیلہ پر روشنی ڈالی، اس موقع پر مولانا محمد ظفر اللہ صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔

۱۶ 〃 〃 : جامع مسجد عمر سلانوالی میں ماہانہ اصلاحی دس ارشاد فرمایا۔

۱۷ 〃 〃 : مدرسہ خانکے موڑ لاہور میں ختم بخاری شریف کے موقع پر بیان فرمایا اور اگلے روز حضرت مولانا شیر محمد صاحب علوی، حضرت اقدس مولانا مشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مولانا قاری احمد میاں صاحب تھانوی مدظلہم سے ملاقات فرمائی۔

۲۰ 〃 〃 : بلال مسجد سرگودھا میں درس قرآن کریم کے افتتاح کے موقع پر بیان فرمایا اور سورۃ الفاتحہ کا درس دیا۔

۲۱ 〃 〃 : مدرسہ اسلامیہ حنفیہ شاہ نکڈر میں جامعہ ہذا سے مدرسین حضرات تشریف لے گئے

اور طلبا کا امتحان لیا، ساہیوال محلّہ نواں لوک جامع مسجد امام اعظم ابوحنیفہ میں عشاء کے بعد مولانا محمد ظفر اللہ اور حضرت صدر جامعہ مدظلہم کا درس قرآن کریم کے حوالہ سے تفصیلی خطاب ہوا۔

۲۲ // // :۱۴/اگست یوم آزادی کے حوالہ سے حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے جامعہ ہذا میں تلاوت کلام پاک کے بعد با قاعدہ پرچم کشائی فرمائی پھر قومی ترانہ ہوا اور آخر میں دعا فرمائی۔

جمعۃ المبارک کے خطبہ سے قبل بیان میں علماء کرام کی تحریک پاکستان میں جدوجہد کے حوالہ سے انتہائی بصیرت افروز خطاب فرمایا جسے سامعین نے بہت پسند کیا، عصر کی نماز کے بعد جامعہ حقانیہ میں جامعہ ہذا کے مدرس مولانا سید محمد عبداللہ ترمذی نے عربی، فارسی اور درجہ متوسطہ کے طالب علم حافظ سید عبدالقدیر ترمذی نے انگریزی زبان میں تقاریر کیں جس میں علماء کرام کی تحریک پاکستان کے حوالہ سے خدمات کو اجاگر کیا گیا اس کے آخر میں حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے درس قرآن کریم دیا اور قیام پاکستان کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی۔

اعلان داخلہ

برائے شعبہ قرآن کریم، درجہ کتب

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا میں تمام درجات حفظ، ناظرہ، درس نظامی درجہ کتب کا داخلہ ۵/شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۶/ستمبر ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ سے شروع ہوگا اور ایک ہفتہ تک جاری رہے گا، مورخہ ۳/اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ ۱۲/شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام شعبوں میں با قاعدہ تعلیم کا آغاز کردیا جائے گا۔

اعلان داخلہ درجہ تخصص فی الفقہ

جامعہ حقانیہ کے شعبہ تخصص فی الفقہ سال اول وسال دوم میں داخلہ ۵/شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ سے شروع ہوگا اور ۱۵/شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ ۶/اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز منگل تک جاری رہے گا، جبکہ ۱۶/۱۷/شوال دو دن تحریری وتقریری امتحان ہوں گے، اور ۱۹/شوال المکرّم بمطابق ۱۰/اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ تعلیم کا آغاز ہوگا۔

تمام شعبہ جات میں داخلہ کے خواہشمند حضرات ۵/شوال المکرّم ۲۶/ستمبر بروز ہفتہ کو جامعہ کے دفتر تعلیمات سے فارم داخلہ حاصل کرلیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تسبیح تراویح

سُبْحٰنَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحٰنَ
ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْکِبْرِیَآءِ
وَالْجَبْرُوْتِ ،سُبْحٰنَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ
وَلَا یَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَةِ
وَالرُّوْحِ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَ نَسْئَلُكَ

الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ ؕ (شامی ج ا ص ٦٦١)

نوٹ: صرف ماہ رمضان المبارک میں عشاء کی نماز میں فرائض کے بعد وتروں سے پہلے بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہیں اور افضل یہ ہے کہ ایک ایک سلام سے دو دو رکعت پڑھی جائیں اور ہر چار رکعت کے بعد بقدر چار رکعت کے بیٹھ کر درود شریف اور تسبیح پڑھنے میں وقت صرف کیا جائے ،مندرجہ بالا تسبیح کا تین مرتبہ پڑھ لینا پسندیدہ امر ہے۔

نقشہ سحر و افطار

برائے ساہیوال ضلع سرگودھا

1430ھ / 2009ء

اوقات پرانے وقت کے مطابق ہیں

افطار	سحر	ستمبر	رمضان	ایام	افطار	سحر	اگست	رمضان	ایام
6 :31	4 :23	6	16	اتوار	6 :50	4 :11	22	1	ہفتہ
6 :30	4 :24	7	17	پیر	6:49	4 :11	23	2	اتوار
6 :29	4 :24	8	18	منگل	6 :47	4 :12	24	3	پیر
6 :28	4 :25	9	19	بدھ	6 :46	4 :13	25	4	منگل
6 :26	4 :26	10	20	جمعرات	6:45	4 :14	26	5	بدھ
6 :25	4 :27	11	21	جمعہ	6 :44	4 :15	27	6	جمعرات
6 :24	4 :27	12	22	ہفتہ	6 :43	4 :16	28	7	جمعہ
6 :22	4 :28	13	23	اتوار	6 :41	4 :16	29	8	ہفتہ
6 :21	4 :29	14	24	پیر	6 :40	4 :17	30	9	اتوار

پیر	10	31	4 :18	6 :39	منگل	25	15	4 :30	6 :20
منگل	11	1 اکتوبر	4 :19	6 :38	بدھ	26	16	4:30	6 :18
بدھ	12	2	4 :20	6 :36	جمعرات	27	17	4 :31	6 :17
جمعرات	13	3	4 :21	6 :35	جمعہ	28	18	4:32	6 :16
جمعہ	14	4	4 :21	6 :34	ہفتہ	29	19	4 :32	6 :14
ہفتہ	15	5	4 :22	6 :33	اتوار	30	20	4 :33	6 :13